آیات قرآن اور تفاسیر قرآن اور

احادیث رسول اللہؐ و اقوال و معمولات

اولیاء اللہ کی دلیلوں سے ثابت کیا گیا ہے کہ

مرشد کو سجدہ تعظیم

جائز اور مباح ہے

یہ کتاب شمس العلما حضرت خواجہ حسن نظامی جانشین حضرت خواجہ
نظام الدین اولیاءؓ نے پہلی بار آج سے بتیس ۳۲ برس پہلے رمضان سنہ ۱۳۳۸ھ
میں شائع کی تھی اور اس قدر مقبول ہوئی کہ نو ۹ بار چھپی اب شوال سنہ ۱۳۷۰ھ
مطابق جولائی سنہ ۱۹۵۱ء میں دسویں بار زید پاشا نظامی
و حسن ابوطالب نظامی و مہدی نظامی فرزندان خواجہ صاحب نے
یہ کتاب مکتبہ ابراہیمیہ پریس حیدر آباد میں چھپوائی اور ٹائیٹل
محبوب المطابع برقی پریس دہلی میں چھپوا کر شائع کی
صفحات ۶۴ - قیمت بحساب ایک پیسہ صفحہ ایک روپیہ

تلک عشرۃ کاملہ

کتاب مرشد کو سجدۂ تعظیم کا دسواں ایڈیشن شائع کرتے وقت

تلک عشرۃ کاملہ آیت قرآن کی بشارت حاصل ہوتی ہے۔

یہ کتاب ایسے وقت لکھی گئی تھی جبکہ بعض علمائے بنگال نے چشتیہ سلسلے

کے اولیاء اللہ کے خلاف فتویٰ شائع کیا تھا کہ وہ مریدوں سے اپنے سامنے

تعظیمی سجدے کراتے تھے اس لئے وہ سب خطاکار تھے۔

میں نے اپنے بزرگوں کی جائز حمایت کے لئے قلم اٹھایا مگر علمائے مذکور

اور دوسرے منکرین کی نسبت کوئی دل آزار لفظ نہیں لکھا جو کتاب

کے پڑھنے والے خود دیکھ لیں گے۔

بے شک اس کتاب کی پہلی اشاعت کے وقت بہت زیادہ مخالفت ہوئی تھی

اور اخبارات و رسائل میں اس کے خلاف مضامین شائع ہوئے تھے مگر کسی تردیدی

تحریر میں ایسی کوئی علمی بات نہیں پائی گئی جس کے جواب کی ضرورت پڑتی اس لئے میں

خاموش رہا کہ یہ بھی میرے بزرگوں کی تعلیم تھی۔ اور آج دسواں ایڈیشن شائع کرنے کے وقت

میں محسوس کرتا ہوں کہ آج تک کوئی شخص میری دلیلوں کا علمی جواب دینے میں کامیاب نہیں ہوا۔

حسن نظامی

یا معین

ہو الکل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مرشد کو سجدۂ تعظیم

سجدہ اُس خدا کو جس نے ساجد و مسجود کا فرق بتایا۔ پیشانی کو اونچے سر میں لگایا اور پھر اُس کی رعونت و خودسری توڑنے کو خاک پر جھکایا۔ آدم مٹی کا پتلا۔ بولتی مورت، کیچڑ کا بنا ہوا کھلونا۔ اُسی کے عکسِ انوار سے پیکرِ نور بنا۔ اور اسی نے نوری مخلوقات کو فرشتہ ہونے کے باوجود خاک کا ساجد بنوایا۔ کیا مسجود آدم تھا؟ جو جلانے نہ ہی جواب دے۔ آدم کی کیا بساط تھی سجدے کا مقصودِ اصلی تو کوئی دوسری ہی ذات تھی۔

کعبے والے کی قسم، کعبہ پتھر کا بنا ہوا ایک مکان ہے، مگر دیکھو تو اس کی کیا شان ہے، قبلہ نمائی میں اپنی ہی آن بان کو سامنے رکھا ہے۔ بے شمار آدمی کعبے کی سمت سجدے کرتے ہیں۔ مکانِ کعبہ کا مکین نظر نہیں آتا۔ مگر وہی رُخ سجدے کا مطلوبِ حقیقی ہے۔ کونسا آدمی ہے جو کعبے کو سجدہ کرتا ہے۔ ایک بھی نہیں، سب ہی کعبے والے خدا کے آگے سر جھکاتے ہیں۔ اور ہر سجدے کی نیت میں وہی جنابِ احدیت مآب عبودیت کا تاج پہنے نظر آتے ہیں۔

مرشدِ ازل و ابد محمدؐ کے قدموں میں سجدہ کر کے کہتا ہوں، آدم کے سجدے کی روایت قیامت تک قائم رہے گی، اور جن کو ملکوتی شان عطا ہوئی ہے وہ آدم نما مرشدوں کو ختمِ جہان تک سجدے کرتے رہیں گے۔

آدم کو سجدہ کیوں کرایا گیا۔ اس واسطے کہ انھوں نے نامعلوم اشیاء کو جتایا

جو فرشتوں سے نہ بتائی جاسکیں۔ مرشد بھی آدمی ہیں اور ان کو بھی خدا نے ان حقائق کا علم دیا ہے جن کو فرشتے جیسے بھی نہیں جانتے۔

یوسف علیہ السلام پیغمبر تھے مگر ان کے والد یعقوب علیہ السلام بھی پیغمبر تھے اور ان کے بھائیوں کی نسبت بھی پیغمبر ہونے کا خیال کیا جاتا ہے۔ پھر کیوں ایک باپ نے اور ایک پیغمبر نے اپنے چھوٹے بیٹے کو سجدہ کیا، اور کیوں گیارہ بڑے بھائی جو ممکن ہے کہ پیغمبر ہوں چھوٹے بھائی کے سامنے سجدے میں گر پڑے؟ جواب کچھ مشکل نہیں ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یوسف علیہ السلام کا علم اور شاہانہ برتری باوجود چھوٹا اور بیٹا ہونے کے باپ کے علم و برتری سے بڑھی ہوئی تھی اور عمر میں بڑے گیارہ بھائی بھی اپنے برادر خورد سے علوم مخفی کی آگاہی میں کم تھے۔ اس واسطے ان سب کو حضرت یوسف کی سمت سجدہ کرنا پڑا۔ فَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيْمٌ کو جس نے پڑھا ہے اس کو مسئلہ سجدۂ تعظیمی میں کسی قسم کی دشواری پیش نہیں آسکتی، شیوخ طریقت اور مرشدان راہ حقیقت اپنے متبعین سے بہت اونچا درجہ عرفان حقائق الوہیت کا رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اُن کے مرید ادب تعظیم سے ان کے سامنے جھکتے اور سر زمین پر ٹیکتے ہیں۔

انسان انسان کو کیوں مطعون کرتا ہے، سجدۂ تعظیمی کے مسئلے میں ملامت کی زبان کھولنا، توبہ توبہ، ذات واجب الوجود کے منہ آنا ہے۔ کہ محرک اول سجدۂ مخلوق کا وہی تبارک و تعالےٰ تھا۔

سال بھر کا ذکر ہے۔ کتاب پیر بھائی کا ایک حصہ سجدۂ تعظیمی کے متعلق رسالہ نظام المشائخ دہلی میں شائع کرایا تھا، خدا کے بندوں نے اس کو پسند کیا اور مزید وضاحت کی ضرورت ظاہر کی۔ بعض نے اس سے اختلاف کیا اور اپنے دلائل کا جواب مانگا۔ میں استدلال علمی کا خوگر نہیں جو ان کو جواب دیتا

نہ اس کی ضرورت تھی کہ بزرگوں کو مناظرے اور مباحثے سے ہمیشہ محتاط پایا تھا اور ان کی تقلید و پیروی کو راہ نجات سمجھا تھا۔ لہذا جو کچھ نظام المشائخ میں لکھ چکا ہوں وہی کافی ہے، جن کے دل میں ذوق ہے اور جو سجدۂ مرشد میں سجدۂ عبادت کا زینہ دیکھتے ہیں یعنی مرشد کا سجدہ ان کو سجدۂ عبادت کے اصلی عروج تک لے جاتا ہے اُن کو دلیل بازی کی ضرورت نہیں۔ اور جو فرشتوں کی شان رکھتے ہیں قدرت سے ملکوتی انداز لے کر آئے ہیں اُن کو سجدۂ تعظیمی کا قائل کرنا میرے بس کی بات نہ تھی۔ کیونکہ ایسے حضرات کا اطمینان اللہ تعالے ہی کر سکتا ہے۔ بندے کی مجال نہیں جو ادہر متوجہ ہو۔

مگر کہنے والوں نے کہا کہ ارباب ذوق کے دامن پکڑنے والوں میں ایسے بھی لاکھوں نفوس موجود ہیں جن کو سجدۂ تعظیمی کے جواز کے لیے دلائل شریعت و طریقت کی ضرورت ہے اور وہ اطمینان دل کے لئے علمی اور شرعی حیثیت سے بھی اپنے طرز عمل کا جواز تلاش کرتے ہیں تاکہ منکرین کی مغالطہ انداز سے اُن کے عقائد میں برہمی واقع نہ ہو۔

میں نے یہ سنا اور مڑ کر دیکھا تو ایک سانپ زمین پر لہراتا ہوا جاتا تھا ہاتف نے کہا کہ فطرت نے اس جانور کو دوامی سجدہ کی سرشت عطا فرمائی ہے، اس کا رہنا سہنا چلنا پھرنا کھانا پینا سب عالم سجود میں ہوتا ہے۔

اوپر نظر اٹھائی دریا کو زور شور سے بہتے دیکھا۔ ہر چیز پانی سے زندہ ہے، سُن چکا تھا، آب حیات کو غور سے دیکھنے لگا۔ پھر غیب سے صدا آئی، دیکھ زندگی بخشنے والے ان قطروں کو کہ اپنی روانی میں ساجد ہیں اور اپنے قیام و قعود میں بھی ساجد ہیں۔ پانی کی کوئی بوند فضائے ہوائی میں ٹھہرائی جائے تو وہ کبھی نہ ٹھہرے گی کیونکہ اس کی پیشانی سجدۂ خاک کے لیے ہر وقت

بیقرار رہتی ہے۔ سمندر ہر وقت خاک پر سر جھکائے رکھتا ہے، دریا مٹی پر سر ٹیک کر بہتے ہیں، چشمے اور تالاب جہاں دیکھو سربسجود نظر آتے ہیں۔

ان شانوں کو دیکھا، مخلوق بے زبان کو، یا غیر انسان کو، دوسری مخلوق بے زبان کے سامنے ساجد پایا تو کائنات کا ذرہ ذرہ عالمِ سجدے میں سجود و سرشار نظر آنے لگا۔ بے اختیار قلم اٹھا کر **مرشد کے سجدۂ تعظیمی** پر حروف کی نوشت شروع کردی، اور گفتگو کے پہلے پکار کر کہا کہ سن لو اے ہندوستان والو یہ مناظرے اور مباحثے کی تحریر نہیں ہے، حضرت ابراہیمؑ نے خدائے تعالےٰ سے عالمِ حیات کا ایک مشاہدہ چاہا، تو خدا نے دریافت فرمایا، کیا تم کو میری قوتِ خالقیت پر ایمان نہیں ہے؟ عرض کیا، کیوں نہیں، پورا ایمان ہے، مگر اپنے دل کا اطمینان چاہتا ہوں۔

یہی حال میرا ہے۔ سجدۂ تعظیمی کی بحث منظور نہیں، طالبانِ اطمینان کے لئے اپنی معلومات اور عقائد کا اظہار ہے۔ جو شک میں ہیں اور شبہ سے سجدۂ تعظیمی کا انکار کرتے ہیں وہ بھی میرے اپنے ہیں، غیر نہیں، اور جن کا اس مسئلے پر ایمان ہے وہ بھی شک کرنے والوں سے جدا نہیں۔ اگر کوئی صاحب اس تحریر کو دیکھ کر اعتراض کی زبان کھولیں گے تو میرے گنبد سے بازگشت کی آواز ان کو سنائی نہ دے گی جس کا جی چاہے مخالفت کرے، جس کے جی میں آئے تردید لکھے۔ میری طرف سے سوائے سکوت کے اور کوئی جواب نہ ہوگا کہ میں جس مرشد کے سامنے زمین پر سر رکھے ہوئے یہ رسالہ لکھ رہا ہوں اس کا ارشاد یہی ہے کہ حق کو پیش کردو مخالف کے حملہ کا جواب نہ دو۔

اور مجھ کو تو ہندوستان کے برِ اعظم میں ایک آدمی بھی سجدۂ تعظیمی کا

مخالف نظر نہیں آتا۔ فقرا اور علماء کی جماعتوں کو دو صورتوں میں دیکھنا چاہوں بھی تو وہ مجھ کو ایک ہی دکھائی دیتی ہیں۔

یوں تو علمائے شریعت کے بہت سے مرکز ہندوستان میں ہیں۔ مگر دو مرکزوں کی بہت دھوم ہے ایک دیوبند ہے دوسرا فرنگی محل ہے فرنگی محل بلحاظ قدامت اپنا اثر علمی ہندوستان کے ہر علم و فضل والے کے دل پر رکھتا ہے۔ دیوبند بھی اپنی خدمات علمی کے سبب عرصۂ دراز سے اس ملک کے باہر تک فیض رساں ثابت ہو رہا ہے اور جگہ جگہ اس کی شاخیں قائم ہیں۔

کوئی کہے کہ ان مقامات کے علماء سجدۂ تعظیمی کے خلاف ہوں گے تو میں کیونکر تسلیم کروں گا۔ کیا میں نہیں جانتا کہ دیوبند کے علماء چشتیہ روحانیت کے چشم و چراغ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دامن گرفتہ ہیں۔ دیوبندی علماء میں ایسا کونسا عالم ہے جس کو حضرت حاجی صاحبؒ اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم کے فیوض و برکات کی جام نوشی سے نجیبت نہ ملی ہوگی، اور یہ وہ حضرات ہیں جن کی تحریر و تقریر کا ایک ایک جملہ قرآن و حدیث اور مشائخ متقدمین کا پیرو اور منفق نظر آتا ہے۔ کیا وہ صدیوں پہلے کے مشائخ چشت کو معاذ اللہ جاہل و فاسق قرار دے سکتے ہیں، جن کے سامنے ان کے مرید اور حلقہ بگوش تعظیم کے سجدے کرتے تھے، ہرگز نہیں، اگر کوئی ایسا کہے یا سمجھے تو وہ علمائے دیوبند کی عظمت روحانی کا دشمن سمجھا جائے گا۔ کیونکہ علمائے دیوبند چشتیہ سلسلے کے صادق الاعتقاد اور مستحکم پیرو ہیں اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کی اطاعت ہر لحظہ اُن کے ملحوظ خاطر رہتی ہے پھر بھلا وہ سلسلۂ چشتیہ کی بنا ڈالنے والے بزرگوں کی شان میں ایسی گستاخی کر سکتے ہیں جس سے اِن اولیاء اللہ کا جہل و فسق ظاہر ہوتا ہو۔

جس نے حضرت شیخ عبد القدوس مخدوم گنگوہی کی کتب رشد نامہ اور انوار العیون کو نہ دیکھا ہو وہ ان کو پڑھ لے، خود تسلیم کرنے لگا کہ ان حضرات کا ارشاد تعظیمی سجدے کے بارے میں اس مسلک سے جدا نہیں ہو سکتا، جس کو پیش کرنا میرا مقصود ہے۔

علمائے فرنگی محل کی نسبت بھی کسی کو مجال نہیں ہے کہ سجدۂ تعظیمی کے خلاف ان کو تصور کرے۔ کیونکہ یہ خاندان آج تک جس بزرگ کی دعا سے سرسبز ہوتا ہے، اور جس کے اثر سے آج تک یہ حالت ہے کہ صدیوں سے فرنگی محل کا خاندان نسلاً بعد نسلٍ علما سے خالی نہیں ہوا۔ اور ہر زمانے میں ایک کثیر تعداد علماء کی وہاں موجود رہتی ہے۔

اس خاندان کو دعا دینے والے حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی تھے۔ جیسا کہ مشہور کتاب نافع الکبیر میں مذکور ہے۔

پھر بھلا کیا علمائے فرنگی محل حضرت محبوب الٰہی کے متعلق معاذ اللہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ جو اپنے سامنے تعظیمی سجدے کرانے کی اجازت دیتے تھے اور ان کے پیران طریقت کے آگے جو سجدے ہوتے تھے یہ ان کے فسق و جہل کی علامت تھی اور سجدۂ تعظیمی کفر و شرک اور حرام اور بدبختی ہے۔

حاشا و کلّا، توبہ، توبہ، فرنگی محل کے سراپا ادب اور فضلائے متبحر علماء قیامت تک ایسا خیال بھی اپنے ذہن میں نہیں لا سکتے۔

پھر بتاؤ اس ملک میں کون باقی رہا جو شریعت و طریقت کے اس مسلمہ مباح اور جائز مسئلے کے خلاف زبان کھولے گا۔ رہے بریلی اور بدایوں کے علماء، ان کا تو جان و مال مذہب اولیاء اللہ کے لئے وقف ہے اور بالفرض کسی کو مخالفت کا شوق پیدا ہو تو میں کہہ چکا کہ اس کی تردید میں نہیں کروں گا

میرا کام صرف اتنا ہے کہ اس مسئلہ کو شریعت و طریقت کے اصول سے صاف کرکے عام فہم حیثیت میں قلمبند کردوں اور پھر خاموش ہو جاؤں، اس کے بعد ہر شخص کو اختیار رہے مانے یا نہ مانے۔

ترتیب اس کی یوں رکھی ہے کہ پہلے ایک تمہیدی عبارت ہے پھر اصول شریعت کے بموجب گفتگو ہے اس کے بعد طریقت اور اہلِ طریقت کے حوالے اور حالات و خیالات ہیں۔

میرا معبود و مسجود خدا اس کوشش کو مقبول فرمائے اور اس بندۂ ناچیز کو محبوبین اور مقبولین بارگاہ کے قدموں کا اتباع نصیب کرے اور اسی حالت میں اس کا خاتمہ ہو۔ آمین۔

بزرگانِ دین کے قدموں کی خاک

حسن نظامی

آستانۂ پاک حضرت محبوب الٰہیؒ دہلی رمضان المبارک سنہ ۱۳۳۸ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

سجدے کی صورت

اسلامی اصطلاح میں سجدہ زمین پر ماتھا ٹیکنے کو کہتے ہیں کیونکہ مسلمانوں کی مروجہ نماز میں سجدے کی یہی صورت ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن شریف میں فرشتوں کے سجدۂ حضرت آدمؑ اور حضرت یوسفؑ کے سجدۂ برادران و والدین کا جو ذکر ہے وہ بھی زمین پر ماتھا ٹیکنے کی صورت کا سجدہ تھا اور فرشتوں نے حضرت آدمؑ کو اور حضرت یوسفؑ کے بھائیوں اور والدین نے حضرت یوسفؑ کو اسی صورت کا سجدہ کیا تھا۔

قرآن شریف میں خدا تعالیٰ نے اپنے سجدۂ عبادت کا جہاں جہاں ذکر کیا ہے وہاں بھی سجدے کی یہی ہیئت مراد ہے، کیونکہ حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جن پر قرآن نازل ہوا تھا۔ اگرچہ خود اپنے قول و عمل کے اعتبار سے قرآن کی مجسّم تفسیر تھے اور ان کے تمام اصحاب نے اور اُن کے بعد کی نسلوں نے آج تک زمین پر ماتھا ٹیکنے کی صورت میں سجدے کئے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ سجدے کی صورت سوائے موجودہ شکل کے اور کوئی نہیں ہے اور بعض غیر مسلم اقوام میں سجدے کی جو تعریف ہے وہ اسلامی سجدہ نہیں بلکہ رکوع کے مشابہ ہے۔

سجدے کی اس صورت کا فلسفہ

اسلامی سجدے کی اس صورت کا فلسفہ یہ ہے کہ عبادت یا تعظیم یا انکساری یا فروتنی کا اظہار اس سے زیادہ انسان اور کسی صورت سے

نہیں کرسکتا، زبان کے الفاظ، ہاتھ کی حرکات، اور جسم کے دیگر اعضاء کی سکنات سے تعظیم و عاجزی و بیچارگی کا ایسا کامل اظہار ممکن نہیں ہے جیسا کہ اسلامی سجدے کی صورت سے ہو جاتا ہے، کیونکہ اس میں انسان کا تمام جسم کل اعضا سمیت شریک ہوتا ہے۔

اسلامی سجدے میں سر کا زمین پر رکھ دینا اس بات کی کھلی ہوئی علامت ہے کہ جس سر میں انانیت۔ غرور عقل اور تمام برتر و معزز قوتیں ہیں وہ مسجود کے سامنے عاجز ہو کر گر پڑیں۔ اور کسی قوت کو بلندی کا خیال نہ رہا۔

سجدۂ عبادت اور دوسرے سجدوں کا فرق

قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ عبادت کے سجدے اور تعظیم و ادب کے سجدے میں بہت فرق ہے، عبادت کا سجدہ خدا نے اپنی ذات کے لئے مخصوص رکھا، اور غیر خدا کو سجدہ کرنے کی ممانعت فرمائی اور اس پر اتنا زور دیا کہ سارا قرآن شرک کے خلاف مضامین سے بھرا ہوا ہے بلکہ قرآن کا مقصد اصلی ہی یہ ہے کہ غیر خدا کا تعلق قطع کر کے ایک خدا سے بندوں کو وابستہ کرے پس اگر سجدۂ عبادت اور سجدۂ تعظیمی میں فرق نہ ہوتا تو وہ فرشتوں کو حضرت آدمؑ کے سجدے کا حکم نہ دیتا اور ابلیس اس حکم کے نہ ماننے کے سبب ملعون و مردود قرار نہ پاتا، خدا تعالےٰ نے فرشتوں کو سجدۂ آدمؑ کا حکم دیکر ثابت کیا کہ یہ سجدہ عبادت کا نہ تھا، بلکہ تعظیم کا تھا، عبادت کا ہوتا تو خدا اپنے غیر کا سجدہ کرنے کا شدید حکم دے کر خود مشرک بنانے کا باعث قرار پاتا۔ عیاذاً باللہ۔

والدین و برادران حضرت یوسفؑ کے سجدے کی روایت سے بھی جو خدا نے قرآن میں بیان کی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بھی سجدۂ تعظیمی تھا سجدۂ عبادت نہ تھا ورنہ خدا اس سجدے کی مخالفت کرتا جیسا کہ وہ شرک کی مخالفت کیا کرتا ہے۔ لہٰذا سجدۂ عبادت اور ہے اور سجدۂ تعظیم اور ہے مگر ان دونوں سجدوں کی ہیئت اور شکل و صورت اور طریقہ سجدہ کرنے کا ایک ہے۔

سجدے کی سمت مقرر کرنیکا فلسفہ

خدا نے اپنی عبادت کے سجدے کے لئے کعبے کو سمت قرار دیا ہے اور اس میں ایک بڑا فلسفہ پوشیدہ ہے اور وہ یہ ہے کہ خدا سجدۂ عبادت اور سجدۂ تعظیم ادب میں ایک امتیاز و فرق قائم کرنا چاہتا تھا تا کہ مقررہ سمت کا سجدہ عام اور جائز سجدوں سے الگ ہو جائے اور مسلمان جان جائیں کہ سمت کعبہ کا سجدہ عبادت کا سجدہ ہے جو غیر خدا کو جائز نہیں ہے اور غیر مقرر سمت کے سجدے جائز ہیں کہ وہ عبادت کے سجدے سے جداگانہ حیثیت رکھتے ہیں۔

عبادت کے سمتی سجدے پر اجماع

سمتِ کعبہ کے سجدۂ عبادت پر اوّل دن سے آج تک مسلمانوں کے سب فرقوں کا اجماع ہے اور یہ اجماع ایسی زبردست صورت میں ہے کہ مسلمانوں کی ایک مجموعی تعریف لفظ اہل قبلہ سے کی جاتی ہے یعنی اُن کے فرقوں میں ہزاروں قسم کے اختلاف ہیں، جن کے سبب وہ ایک دوسرے کے حریف نظر آتے ہیں۔ مگر قبلے کی سمت میں کوئی فرقہ بھی جدا نہیں ہے۔ سب کو کعبے کی سمت سجدے میں اتفاق ہے۔ اس بات سے ثابت ہوتا ہے کہ سجدۂ عبادت

کی خصوصیت سب مسلمانوں کو خواہ وہ کسی عقیدے اور فرقے کے ہوں، معلوم ہے اور سجدۂ تعظیمی جو سمت کا پابند نہیں ہے، عبادت کے سجدے سے ایک جداگانہ چیز مان لی گئی ہے۔

سجدۂ تعظیمی کا انکار موجب لعنت و پھٹکار ہے

قرآن شریف میں تعظیمی سجدے کا حکم فرشتوں کو دیا گیا، انھوں نے تعمیل کی تو فرشتے رہے۔ ابلیس نے انکار کیا تو لعنتی ہو گیا اور اُس پر پھٹکار کی گئی قرآن میں ابلیس کے متعلق لفظ ابےٰ (انکار کیا) واستکبر (اور اپنے آپ کو بڑا جانا) آئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سجدۂ تعظیمی سے انکار کرنے والے بھی اگر اپنے آپ کو بڑا جان کر ایسا کریں تو اِن کا یہ فعل ابلیس کی طرح صریحاً موجب لعنت و پھٹکار ہوگا۔

قرآن میں کسی انسانی سجدۂ تعظیم کی ممانعت نہیں ہے

قرآن میں خدا نے فرشتوں کے سجدۂ آدمؑ اور حضرت یوسفؑ کے والدین اور بھائیوں کے سجدے کا ذکر کیا ہے اور خود اپنے سجدۂ عبادت اور سجدۂ تعظیم اور سجدۂ تقرب کا جگہ جگہ مختلف طریقوں سے حکم دیا ہے مگر ایسی آیت کوئی نہیں ہے جہاں کسی انسان کو انسانی سجدۂ تعظیم کرنے کی ممانعت کی گئی ہو۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تعظیمی سجدے کے خلاف قرآن خاموش رہنا چاہتا ہے یعنی وہ اپنے اوپر عمل کرنے والے مسلمانوں سے نہ یہ کہتا ہے کہ تم بھی فرشتوں کی طرح سے بغیر خدا کو سجدہ کرو، یا حضرت یوسفؑ کے والدین اور بھائیوں کی مثل غیر خدا کی تعظیم سجدہ کر کے بجا لاؤ نہ یہ کہتا ہے کہ فرشتوں نے

فرض تھا کہ وہ حضرت آدمؑ کو سجدہ کریں اور حضرت یوسفؑ کے والدین اور بھائیوں کو تو اجازت تھی کہ حضرت یوسفؑ کو سجدہ کریں مگر تم پر اے قرآن کے ایمان لانے والو! سجدہ تعظیمی حرام کیا گیا ہے، تم کسی غیر خدا کو سجدہ نہ کرنا، یہاں وہ آیت پیش نہیں ہوسکتی جس میں چاند سورج کے سجدے کی ممانعت ہے یعنی **لا تسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا للّٰہ** سجدہ نہ کرو سورج اور چاند کو اور سجدہ کرو اللہ کو۔ کیونکہ اس آیت میں غیر انسان کے سجدے کا ذکر ہے۔ اور گفتگو سجدۂ انسانی میں ہے۔ خدا تعالے نے فرشتوں کو آدم یعنی انسان کے سجدے کا حکم دیا تھا اور کوئی آیت سجدۂ انسان کے خلاف قرآن میں کہیں بھی موجود نہیں ہے۔ سورج اور چاند اور چیز ہیں اور انسان خلیفۃ اللہ دوسری چیز ہے۔

پس جب قرآن نے ایسا کوئی صاف حکم نہیں دیا تو سجدۂ تعظیمی کا حرام ہونا یا ناجائز ہونا ثابت نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ آگے جا کر حضرت محبوب الٰہیؒ کے ایک ارشاد میں اس کی بحث آئے گی۔

یہاں قرآن شریف سے اخذ مسائل کی نسبت پہلے اس کو سمجھ لینا چاہیئے کہ قرآن مجید میں تین قسم کی آیتیں ہیں۔

۱۔ متشابہات۔ جیسے **الٓمٓ، الٓمٓصٓ، کٓھٰیٰعٓصٓ** وغیرہ جن کی تاویل اور معنی خدا ہی جانتا ہے وہ استدلال میں نہیں آتیں۔

۲۔ آیات احکامات جن سے کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا حکم ثابت ہوتا ہے، جیسے **اقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ۔ ولا تقربوا الزنٰی فاحشۃ۔ حرمت علیکم امھاتکم۔ حرم علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر** وغیرہ۔

۳- **آیات اخبار:** جن میں ادیان سابقہ اور قصص انبیاء اور اخبار ہیں۔ گفتگو اس میں ہے کہ اخبار اور قصص انبیاء جن کا ذکر قرآن شریف میں ہے ہمارے عمل کے لئے سند اور حجت ہیں یا نہیں؟ مثلاً **واذ قلنا للملٰئکة اسجدوا لاٰدم فسجدوا الا ابلیس۔**

اصول احناف سے یہ بات ثابت ہے کہ اخبار اور ادیان سابقہ جو قرآن میں مذکور ہیں وہ ہمارے لئے حجت ہیں جب تک ان کا انکار یا نسخ قرآن ہی سے ثابت نہ ہو ان پر ہم اسی طرح عمل کریں گے جس طرح کہ شریعت مصطفوی پر اور ان کے احکام پر عمل کرتے ہیں۔

رد المحتار میں ہے

تقرر فی کتب الاصول ان شرع من قبلنا حجة لنا اذا قصه الله و رسوله من غیر انکار ولم یظهر نسخه فعائدة نزول الآیة تقریر الحکم الثالث افاد انه لا یحتاج الی الدلیل علی بقائه

علم اصول کی کتابوں نے قرار دیدیا ہے کہ جو شریعتیں ہم سے پہلے گزر چکی ہیں ہمارے لئے حجت ہیں۔ اگر خدا اور اس کے رسول نے ان کا ذکر کیا ہو اور تردید نہ فرمائی ہو اور منسوخ ہونا ظاہر نہ کیا ہو ایسی حالت میں نزول آیت کا فائدہ حکم ثالث کی تقریر مانا جائیگا اور یہ مفاد حاصل ہوگا کہ یہ اپنے بقا کے لئے کسی دلیل کا محتاج نہیں

حسامی میں ہے۔

القول الصحیح فیه ان ما قص الله و رسوله منها غیر انکار یلزمنا علی انه شریعة لرسولنا

صحیح قول اس میں یہ ہے کہ جو کچھ خدا اور رسول نے بغیر انکار کے ذکر فرمایا ہو وہ ہمارے لئے لازمی طور پر ہمارے رسول کی شریعت کی طرح ہو جاتا ہے

<table>
<tr><td colspan="2">حسامی کے حاشیے پر ہے۔</td></tr>
<tr><td>لانّہ اذا قصّ اللہ تعالیٰ فی کتاب رسولنا صار ذالک جزءً من دیننا رسولنا وقد قال اللہ تعالیٰ لرسولنا اولٰئک الذین ھدی اللہ فبھداھم اقتدہ</td><td>اس واسطے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ہمارے رسولؐ کی کتاب میں ذکر فرمایا وہ ہمارے رسولؐ کے دین کا ایک حصہ بن گیا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے خود ہی ہمارے رسولؐ سے فرما دیا ہے جن لوگوں کو خدا تعالیٰ نے ہدایت یافتہ کر دیا تم بھی (اے رسولؐ) ان کی ہدایت کی پیروی کرو۔</td></tr>
<tr><td colspan="2">نور الانوار میں ہے</td></tr>
<tr><td>ھذا اصل الکبیر لابی حنیفۃ یتفرع علیھا اکثر احکام الفقھیۃ لانہ اذا قصت فی کتابنا صارت تلک جزءً من دیننا۔ مثلاً وکتبنا علیھم فیھا ان النفس بالنفس والعین بالعین والانف بالانف والاذن بالاذن والسن بالسن والجروح قصاص</td><td>امام ابو حنیفہ کے لئے یہی بنیادی چیز ہے۔ جس سے اکثر فقہ کے احکام نکلتے ہیں۔ اس واسطے کہ جو کچھ قرآن میں ذکر کر دیا گیا وہ ہمارے دین کا جزو بن گیا ہے:
مثلاً قرآن نے پہلی امتوں کا ذکر فرمایا کہ ان پر ہم نے یہ فرض کیا تھا کہ جان کا بدلہ جان ناک کا بدلہ ناک، کان کا بدلہ کان، دانت کا بدلہ دانت اور زخموں کا قصاص۔</td></tr>
<tr><td colspan="2">تفسیر خازن میں اس آیت کے تحت میں لکھا ہے۔</td></tr>
<tr><td>اعلم ان ھذہ الآیۃ دالۃ علی</td><td>یہ جان لو کہ یہ آیت دلالت کرتی ہے</td></tr>
</table>

ان هذا الحكم كان شرعا في التوراة فمن قال شرع من قبلنا يلزمنا الا ما نسخ منه بالتفصيل قال هذه الاية حجة في شرعنا ومن انكره قال انها ليست بحجة علينا واصل هذه المسئلة ان النبي صلعم و امته بعد البعثة هل هم متعبدون بشرع من تقدمهم من الانبياء عليهم السلام فنقل عن اصحاب ابي حنيفة وبعض اصحاب الشافعي وعن احمد في احد الروايتين عنه انه كان متعبدا بما صح من شرائع من قبله بطريق الوحي اليه لا من جهة كتبهم المبدلة ونقل اربابها واختار ابن الحاجب من المتاخرين هذا المذهب

اس بنا پر کہ یہ حکم توریت کی شریعت کا تھا جس نے کہا کہ یہ ہم سے پہلوں کی شریعت تھی تو اس کی تعمیل ہم پر بھی لازم ہو گی البتہ اس کی نہیں جو اس میں سے صاف صاف منسوخ ہو گئی وہ اسی آیت کو اپنی حجت میں پیش کرتا ہے اور جس نے اس سے انکار کیا تو کہدیا کہ یہ آیت ہمارے لئے حجت نہیں ہو سکتی مسئلے کی اصل معلوم کرنے کے لئے یہ دیکھنا ہوگا کہ آیا حضرت صلعم اور ان کی امت بعثت کے بعد سابق کی شریعتوں پر عمل کرتے تھے یا نہیں؟

سو منقول ہے اصحاب ابی حنیفہ اور بعض اصحاب شافعی اور احمد سے کہ آنحضرت صلعم سابقہ شریعتوں کے اُن حصوں پر عمل کرتے تھے جن کی صحت بذریعہ وحی آپ کو ثابت ہو گئی تھی، نہ توریت و انجیل وغیرہ کی عبارتوں کے اوپر کیونکہ ان میں تحریف و تبدیلی اور یہود و عیسائی علماء کی دخل اندازی ہو چکی تھی اور ابن الحاجب نے جو متاخرین میں گذرے ہیں اسی مذہب کو اختیار کیا ہے۔ اس لئے

وھو انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان بعد البعثۃ متعبدا بشرع من قبلہ فیما لم ینسخ من الاحکام الباقیۃ شریعۃ لکنہ لم یعتبر فیہ قید الوحی وھو الحق والا لم یبق للنزاع معنی اذا لا ینکر احد کون النبی متعبدا بعد البعثۃ بما وحی الیہ سواء کان من شریعۃ من قبلہ ام لا۔

کہ حضرت صلعم سابقہ شریعتوں پر عمل کرتے تھے۔ اپنے رسول ہو جانے کے بعد البتہ ان شریعتوں کے اُن حصّوں پر عمل نہ کرتے تھے جن کو آپ کی شریعت نے منسوخ کر دیا تھا لیکن حضرت صلعم بغیر اپنی وحی کے ان پر اعتبار نہ فرماتے تھے ورنہ پھر جھگڑے کی کوئی بات ہی باقی نہ رہتی، کیونکہ اس تو کسی کو بھی انکار نہیں ہے کہ حضرت صلعم اپنے مبعوث ہونے کے بعد عبادت کرتے تھے اس وحی کے بموجب جو اُن پر آتی تھی۔ چاہے وہ طریق عبادت سابقہ شریعتوں کا ہو یا ان سے مختلف ہو۔

اب میں کہتا ہوں کہ سجدۂ تحیۃ کی آیات منصوصۂ قرآن آنحضرت صلعم پر وحی منزل من اللہ ہیں۔ ان آیات کا انکار یا نسخ صراحتاً یا دلالتاً قرآن شریف سے ثابت نہیں ہے۔

حسامی کے حاشیہ پر ہے

اذا قص اللہ علینا ثم انکر علینا بعد نقل القصۃ صریحا بان قال لا تفعلوا مثل ذالک او دلالۃ بان قال کان ذالک الشیء جزاء ظلمھم یحرم علینا العمل

جب خدا تعالیٰ نے کسی کا ذکر فرمایا پھر اسکی تردید صراحتاً یہ کہکر فرما دی کہ تم ان لوگوں کی طرح ایسا نہ کرنا یا یہ کہکر اشارہ فرما دیا کہ یہ ان کے ظلم کا عوض تھا تو ایسی صورت میں ہم پر امم سابقہ کے احکام و حالات پر عمل کرنا حرام ہوگا۔

آیات سجدہ کے بعد ان دونوں صورتوں میں سے کوئی صورت انکار کی بیان نہیں کی گئی۔ پس اسی قاعدے کی بنا پر سجدہ تحیۃ کی آیات ہمارے لئے شریعت الٰہی میں اور ان پر عمل کرنا حرام نہیں۔

صوفیائے کرام کا یہی مسلک ہے اور یہی مذہب ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ سجدہ آدم ع و سجدہ برادران یوسف ع زمین پر سر رکھ کر سجدہ تھا یا رکوع کی صورت میں صرف انحنا یا جھکنا تھا؟

مسلمہ قاعدہ ہے کہ معنی حقیقی پر عمل صحیح ہوتا ہو، تب بلا وجہ معنی مجازی کا مراد لینا صحیح نہ ہوگا۔ حسامی میں ہے

ان العمل بالحقیقة متے امکن سقط المجاز لان المستعار لا یزاحم الاصل	جب حقیقت پر عمل کرنا ممکن ہو جائے تو مجاز ساقط ہو جاتا ہے۔ کیونکہ مستعار سے اصل کی مزاحمت نہیں ہو سکتی۔

پس اگر آیات سجدہ میں جس سجدہ کا ذکر ہے اس سے مجازی معنے انحنا مراد ہیں تو حقیقی معنے کو چھوڑ کر مجازی معنے اختیار کرنے کے لئے کوئی قرینہ بھی چاہیئے یا نہیں؟ اور آیات سجدات میں وہ قرینہ کیا ہے جو انحنا کی طرف رہبری کرتا ہے۔ اگر خدا کا ارادہ فرشتوں کو آدم کے سامنے صرف سر جھکانا تھا تو جھکنے ہی کے لئے جو حقیقی لفظ ہے انحنا اس کو بیان فرماتا اور اسجدوا کی بجائے انحنوا لآدم ع فرما دیتا۔ شہاب کے حاشیے پر ہے۔

اختلف الناس فی کیفیة سجود الملئکة لآدم بعد اتفاقهم علی انه لیس سجود عبادة لا	لوگوں کا اس میں تو اتفاق ہے کہ حضرت آدم کو فرشتوں کا سجدہ کرنا سجدہ عبادت نہ تھا البتہ انہیں اختلاف ہے کہ سجدہ کس طریقے سے

فقال الجمهور كانت السجدة بوضع الجبهة على الارض كسجود الصلوٰة لانه المتبادر منه	ہوا تھا مگر جمہور کا بیان ہے کہ سجدے کی صورت یہی زمین پر ماتھا ٹیکنے کی تھی جیسی کہ نماز میں سجدے کی شکل ہوتی ہے۔

کشاف میں ہے۔

السجود لله على سبيل العبادة ولغيره على وجه التكرمة كما سجدت الملئكة لآدم وابو يوسف واخوته عن ابي قتادة قال السجدة التحية بمنزلة السلام	سجدے اللہ کے لئے تو بر سبیل عبادت ہوتے ہیں اور اُس کے غیر کے لئے بطور تعظیم کے جیسا کہ فرشتوں کا سجدہ آدم علیہ السلام کو اور والدین اور بھائیوں کا سجدہ یوسف علیہ السلام کو۔ ابی قتادہ سے روایت ہے کہ سجدۂ تحیۃ مثل سلام کے ہے

مدارک میں ہے

وكان السجود تحية لآدم في الصحيح اذ لو كان لله تعالى لم امتنع عنه ابليس	سجدے حضرت آدم کی تعظیم کے لئے تھے اگر خدا کے لئے ہوتے تو پھر ابلیس کیوں انکار کرتا۔

تفسیر کبیر میں لکھا ہے۔

اجمع المسلمون على ان ذالك السجود ليس سجود عبادة لان سجود العبادة لغير الله كفر والامر لا يرد بالكفر	مسلمانوں کا اجماع ہے کہ یہ سجدے عبادت کے نہ تھے اس لئے کہ عبادت کے سجدے غیر اللہ کے واسطے کفر ہیں اور حکم کفر کے لئے نہیں ہو سکتا تھا

تفسیر مدارک میں ہے

والجمہور علی انہ المامور بہ وضع الجبہۃ علی الارض	جمہور اس پر ہیں کہ وہ سجدہ جس کا حکم دیا گیا تھا ماتھے کا زمین پر ٹیکنا تھا۔

حاشیہ شیخ زادہ میں ہے

اکثر العلماء علی ان السجود کان بوضع الوجہ علی الارض علی وجہ التذلل والتعظیم	اکثر علماء کا اتفاق ہے کہ سجدہ کی صورت یہی تھی کہ ماتھے زمین پر ٹیکے جاتے تھے۔ اپنی عاجزی اور مسجود کی بزرگی ظاہر کرنے کو۔

تفسیر کبیر میں ہے

اما القول الثالث فضعیف ایضا لان السجود لاشک انہ فی عرف الشرع عبارۃ عن وضع الجبہۃ علی الارض فوجب ان یکون فی اصل اللغۃ کذالک لان الاصل عدم التغییر	لیکن تیسرا قول کمزور ہے اس لئے کہ سجدہ بلاشبہ عرف شریعت میں پیشانی کو زمین پر رکھنے کا نام ہے پس واجب ہو گیا کہ لغت کی اصلیت بھی یہی ہو اس واسطے کہ اصل تغیر و تبدل کا عدم ہے۔

اسی طرح سجدۂ حضرت یوسف میں "خروا لہ سجدا" میں خروا کے معنی گرنا ہے۔ ترجمہ ہوا "گر پڑے سب کے سب حضرت یوسف کے لئے زمین پر سر رکھنے کی حالت میں" اس مقام پر سجدے کے معنے اگر رکوع اور انحناء کے لئے جائیں تو یہ معنے خروا کے ساتھ بالکل چسپاں نہیں ہوتے۔ خدا نے خروا کی انتہائی کیفیت لفظ سجدہ سے بتائی

ہے۔ اگر یہ تعظیم سجدے کی صورت میں نہیں بلکہ کسی اور صورت میں ادا کی گئی ہوتی تو وہ صورت بیان کر دی جاتی۔

پس آیات قرآن مجید صاف بتا رہی ہیں کہ سجدۂ حضرت یوسفؑ بعینہٖ ایسا ہی سجدہ تھا جس طرح کہ ہم نماز میں سجدہ ادا کرتے ہیں۔ اور یہی سجدہ سلاطین کے لئے معمول رہا ہے جن کے قائل فقہا بھی ہیں اور مفسرین بھی۔

یہ بات اصول میں طے ہو چکی کہ اخبار اور قصص منسوخ نہیں ہوتے

تفسیر احمدی میں ہے۔

والمحققون على ان غير منسوخ اذا النسخ انما يكون في الاحكام دون الاخبار	اور محققین اس پر جمے ہوئے ہیں کہ یہ منسوخ نہیں ہے اس واسطے کہ احکام منسوخ ہوا کرتے ہیں۔ خبریں منسوخ نہیں ہوتیں

نور الانوار میں ہے۔

اصل هذا الكلام كان محتملاً للنسخ وانما ارتفع هذا الاحتمال بعارض كونه خبراً	اس گفتگو کی اصل میں احتمال منسوخ ہونے سکا تھا۔ مگر وہ احتمال اس عارضہ سے دور ہو گیا کہ یہ خبر ہے۔

حسامی کے حاشیے میں ہے۔

فسجد الملئكة كلهم اجمعون نفى المثال المذكور من المتن لا يحتمل النسخ والمراد من	پس سب ملائکہ نے سجدہ کیا۔ اس مثال میں متن کو منسوخ ہونے کا احتمال نہیں ہے کیونکہ یہ قسم اخبار سے ہے اور

فبتل الاخبارات لا یحتمل النسخ والمراد من الخبر المعنی القائم بلفظ الخبر فانه حین کون الخبر نسخاً یودی الی الکذب والغلط وذالک مستحیل فی جنابه تعالیٰ	خبر میں منسوخ ہونے کا احتمال نہیں ہوتا، اور خبر سے مراد قائم معنیٰ ہیں۔ لفظ خبر کے ساتھ اگر خبر کو منسوخ مان لیا جائے تو یہ جھوٹ اور غلطی کی طرف میلان ہوگا۔ جو خدا تعالےٰ کی جناب سے محال ہے

توضیح میں ہے

فاعلم ان الحکم اما ان لا یحتمل النسخ فی نفسه کالاحکام العقلیه مثل وحدانیت الله تعالیٰ وامثالها وما یجری مجراها کالامور الحسیة والاخبارات عن الامور الماضیة والحاضرة او المستقبلة نحو فسجد الملئکة۔	پس سمجھ لو کہ بعض حکم فی نفسہ ایسے ہوتے ہیں جن میں منسوخ ہونے کا احتمال نہیں ہوتا۔ مثل احکام عقلیہ کے جن میں وحدانیت اللہ تعالےٰ وغیرہ ہیں اور جو ان کے مثل ہیں امور حسیہ اور اخبارات گزرے ہوئے واقعات اور موجودہ کی نسبت یا آنے والے حالات کے متعلق جیسے کہ فرشتوں کے سجدے کا قصہ ہے۔

عبدالرحمن بن محمد دمشقی کے رسالۂ ناسخ و منسوخ میں جو جلالین کے ساتھ چھپا ہے لکھا ہے

باب فی ذکر سور التی لیس فیها ناسخ ولا منسوخ وهی خمس و اربعون سورة اولهن ام الکتاب و یوسف و یٰس	باب ان صورتوں کے ذکر میں جن میں کوئی آیت نہ منسوخ ہے نہ ناسخ اور وہ ۴۵ سورتیں ہیں پہلی سورۃ فاتحہ دوسری سورت یوسف تیسری سورۃ یٰسین

پس جب ساری سورۃ یوسف میں کوئی آیت نہ ناسخ ہے نہ منسوخ اور آیۃ وخروا لہ سجدا غیر منسوخ ہے اس لئے یہ سجدۂ تعظیمی ہمارے لئے جائز ہے - تفسیر مدارک میں ہے -

وكانت السجدة عندهم جارية مجرى التحية والتكرمة كالقيام والمصافحة وتقبيل اليد وقال الزجاج سنة التعظيم في ذالك الوقت ان يسجد للمعظم	سجدہ ان کے ہاں جاری تھا بجائے تعظیم وتکریم کے مثل کھڑے ہوئے اور مصافحہ کرنے اور ہاتھ چومنے کے اور زجاج نے کہا تعظیم کا طریقہ اس زمانے میں یہ تھا کہ بزرگ لائق تعظیم کو سجدہ کیا جاتا تھا -

تفسیر خازن میں ہے -

وكانت تحية الناس يومئذ السجود -	اس زمانے میں لوگوں میں تعظیم کا طریقہ سجدے کرنا تھا -

تفسیر علامہ ابو سعید میں ہے

امروا بالسجود له عليه السلام على وجه التحية والتكرمة تعظيما له واعترافا بفضله مرادا لحق التعليم واعتذارا عما وقع منهم في شانه	فرشتوں کو حضرت آدمؑ کے سجدے کا حکم اس لئے دیا گیا کہ ان کی تعظیم وتکریم ہو اور فرشتوں پر ان کی فضیلت ظاہر ہو اور تعلیم کا حق ادا ہو اور فرشتوں کی زبان سے حضرت آدم کی شان کے خلاف جو کچھ نکل گیا تھا اس کی معذرت ہو جائے -

بیضاوی میں ہے۔

وسجدوا لآدم لما انبأهم بالاسماء وعلمهم مالم يعلموا امرهم بالسجود له اعترافا بفضله واداء لحقه واعتذارا عما قالوا فيه	اور سجدہ کیا انھوں نے آدم علیہ السلام کو اس واسطے کہ اس نے ان کو اشیاء کے نام بتا دیا اور وہ بتا دیا جس کا فرشتوں کو علم نہ تھا۔ آدم کے سجدے کا حکم ان کی فضیلت ظاہر کرنے اور آدم کے حق کی ادائیگی اور فرشتوں کی سخت کلامی کی معذرت کے لیے تھا۔

تفسیر تیسیر میں ہے

السجدة اثنين سجدة العبادة والسجدة التحية سجدة العبادة لله تعالى خاصة وسجدة التحية بدون الله تعالى في خمسة محال جائز لقوم للنبي والمريد للمشائخ الخ	سجدے دو ہیں ایک سجدۂ عبادت دوسرا سجدۂ تحیت سجدۂ عبادت مخصوص ہے خدا تعالےٰ کے لئے اور سجدۂ تحیت خدا کے سوا پانچ جگہ جائز ہے۔ قوم کا سجدہ نبی کو، مرید کا سجدہ مشائخ کو وغیرہ۔

تفسیر معین الدین واعظ:۔

از امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ روایت است کہ فرمود سجدۂ حقیقی بجا آوردند سر بر زمیں نہادند تا از روئے تعظیم نہ از روئے عبادت مخصوص بحضرت اللہ	حضرت حسن بصری سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا سجدۂ حقیقی بجا لائے اور سر کو زمین پر رکھا لیکن از روئے تعظیم نہ بطریقہ عبادت کہ سجدۂ عبادت جناب الٰہی کیلئے مخصوص ہے

تفسیر جامع البیان میں ہے

وخروا له سجدا ابواه و اخوة وكان السجود للتعظيم شائعا من لدن آدم الى شريعة عيسىٰ عليه السلام۔	حضرت یوسف کے سامنے ان کے والدین اور بھائی سجدے میں گر پڑے۔ تعظیمی سجدے شائع اور جاری تھے حضرت آدمؑ کے وقت سے لیکر حضرت عیسیٰ کے زمانے تک

پس ثابت ہے کہ

قرآن مجید سے سجدۂ تعظیمی جائز ہے۔ اصول شرع قرآن و حدیث اجماع اور قیاس ہیں۔ قرآن مجید سے سجدۂ تعظیمی کا صاف و صریح الفاظ میں جواز ثابت ہے۔

لا تسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا لله الذي خلقهن ان كنتم اياه تعبدون	چاند سورج کو سجدہ نہ کرو اور اس خدا کو سجدہ کرو جس نے چاند سورج کو پیدا کیا اگر تم صرف خدا ہی کی عبادت کرنی چاہتے ہو۔

یہ آیت سجدۂ عبادت کے متعلق ہے۔ چنانچہ صاف لفظ عبادت کا موجود ہے انکنتم ایاہ تعبدون۔

قرآن سے ثابت ہے دو قسم کے سجدے ہیں۔ ایک سجدۂ عبادت دوسرا سجدۂ تعظیمی۔ سجدۂ عبادت سے منع کیا انکنتم ایاہ تعبدون و

سجدۂ تعظیمی کا خود حکم کیا۔

قرآن مجید سے تو سجدۂ تعظیمی کا جواز اس طرح غیر مشتبہ طور پر ثابت ہے۔ اب احادیث کو دیکھئے۔ خود حضرت سرور عالم نے فرمایا **کلامی لا ینسخ کلام اللہ**۔ اور یہ مسلمات سے ہے کہ قرآن کی ناسخ کوئی حدیث سوائے حدیث متواتر کے نہیں ہو سکتی۔ اور حدیث متواتر گنتی کی ہیں۔ ان میں کوئی حدیث سجدہ کے متعلق نہیں ہے۔

رہا اجماع و قیاس وہ بالاتفاق ناسخ قرآن نہیں۔

تنقیح میں لکھا ہے۔

واما الناسخ فهو اما الكتاب او السنة لا القياس ولا الاجماع۔	منسوخ کرنے والی چیز یا تو قرآن ہے اور یا حدیث۔ قیاس اور اجماع میں یہ طاقت نہیں ہے۔

توضیح میں ہے۔

فاذا اتفقوا على امر لم يوجد فيه صريح الوحي يجب اطاعتهم وقصة سجدة آدم و يوسف وحي صريح ونص قوي۔	پس جب وہ ایک ایسے کام میں اتفاق کر لیں۔ جس میں کوئی صریح وحی موجود نہ ہو تو ان کی اطاعت واجب ہو جاتی ہے اور سجدۂ آدمؑ و یوسفؑ کا قصہ صریح وحی اور قوی نص ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ مانعین سجدۂ تعظیمی کے دلائل کیا ہیں؟ ان کی سب سے بڑی دلیل صرف چند احادیث احاد ہیں۔ متواتر حدیث ایک

بھی نہیں۔ احادیث احاد اور مشہور سے منسخ کتاب نہیں ہو سکتا، صرف زیادت علی الکتاب البتہ جائز ہے۔ جیسے صیام کفارۃ میں پے در پے صرف حدیث سے ثابت ہے۔ ان احادیث میں سب سے معرکۃ الآرا حدیث وہ ہے جو حضرت عائشہ سے روایت کی گئی ہے جو یہ ہے۔

سجدۂ تعظیمی اور ایک حدیث

عن عائشۃ رضؓ ان رسول اللہ صلعم کان فی نفر من المہاجرین والانصار فجاءہ بعیر فسجد لہ فقال اصحٰبہ یارسول اللہ تسجد لک البہائم والشجر فنحن احق ان نسجد لک فقال اعبدوا ربکم واکرموا اخاکم لو کنت اٰمرا احدا ان یسجد لاحد لامرت المراۃ ان تسجد لزوجھا و لکن لا ینبغی لبشر ان یسجد لغیر اللہ۔

حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں آنحضرت صلعم مہاجرین اور انصار کی ایک جماعت میں تشریف فرما تھے کہ ایک اونٹ آیا اور اس نے آپ کو سجدہ کیا۔ اصحاب نے عرض کیا جبکہ آپ کو جانور اور درخت سجدہ کرتے ہیں تو ہم زیادہ مستحق ہیں کہ آپ کو سجدہ کریں آپ حضورؐ نے فرمایا کہ اپنے رب کی عبادت کرو اور اپنے بھائی کا اکرام کرو۔ اگر میں کسی کو سجدہ کرنے کا حکم کرتا تو یہ کرتا کہ بیوی اپنے خاوند کو سجدہ کیا کرے لیکن آدمی کو زیبا نہیں کہ وہ اللہ کے غیر کو سجدہ کرے۔

(۱) حدیث میں ممانعت سجدہ صرف لفظ سجدہ کے ساتھ ہے، عبادت و

وتحیۃ کے لفظ کے ساتھ ممانعت نہیں ہے۔

اصول کا قاعدہ ہے المطلق اذا طلق مراد بہ

الفرد الکامل۔ چونکہ سجدے کا جزو کامل سجدۂ عبادت ہے

اس لئے صرف سجدۂ عبادت کی ممانعت ہی اس سے ثابت ہوئی۔

(۲) خود حدیث کے الفاظ سے ممانعت سجدۂ عبادت کی ثابت

ہوتی ہے۔ چنانچہ صاف و صریح الفاظ ہیں واعبدوا ربکم۔

(۳) عبادت کے سوا تعظیمی سجدہ مراد ہو نہیں سکتا اس لئے کہ

آں سرورؐ نے اس سجدے کو فعل لاینبغی فرمایا۔ اور فعل لاینبغی صرف

عبادت کا سجدہ ہی ہے۔ تحیت کا سجدہ نہیں ورنہ لازم آئے گا کہ

انبیا علیہم السلام جنھوں نے سجدۂ تحیت کیا اور کرایا ہے فعل لاینبغی

کے مرتکب ہوئے معاذ اللہ۔

(۴) اب سجدۂ تعظیمی صرف مباح ہے۔ اور اباحت کی بقا حکم پر

موقوف نہیں۔ حکم کی ضرورت فرض و واجب کے لئے ہے۔ پس

آپ نے سجدۂ تعظیمی کا ذکر ہی نہیں فرمایا۔ عبادت کے سجدے کا

سوال تھا۔ اسی کا جواب آپ نے دیا۔

اگر آپ سجدۂ تعظیمی کا ذکر فرما کر اس کے لئے اجازت دیتے

تو امت کے لئے یہ سجدہ حکم اور وجوب کے مرتبہ میں آجاتا، منع

فرما دیتے تو کار منہی عنہ کا صدور انبیا علیہم السلام سے ہوا۔ یہ ماننا

لازم آتا۔ اس لئے آپ نے تحیت کے سجدہ کا ذکر ہی نہ فرمایا۔

(۵) یہ اصولِ حدیث ہے کہ جو احادیث احاد قرآن کے خلاف

خبر کے مقابلہ میں ہو یعنی قرآن میں عارض ہو اُسے رد کرنا چاہیئے

اور نہ ماننا چاہیئے۔ ہم اس حدیث کو قرآن کے معارض نہیں کہتے مطابق کہتے ہیں۔ قرآن اور اس حدیث میں تطبیق یہ ہے کہ اس حدیث میں جو سجدہ منع ہے۔ وہ سجدۂ عبادت ہے نہ کہ سجدۂ تعظیمی۔ جو قرآن سے ثابت ہے۔ اگر اس حدیث کے یہ معنے لیئے جائیں کہ یہ ممانعت سجدۂ تحیت کے لیئے بھی ہے۔ تب یہ مطابق قرآن نہ ہوگی معارض قرآن ہو جائے گی اور اصول حدیث کے بموجب مانی نہ جائے گی۔

(۶) اس حدیث کے الفاظ میں یہ ہے کہ اگر سجدۂ غیر اللہ جائز ہوتا تو میں بیوی کو شوہر کے سجدے کا حکم کرتا اور امر سے وجوب ہوا کرتا ہے۔ یعنی شارع علیہ السلام کسی بات کا حکم امر کے صیغہ میں دیں تو وہ کام واجب ہو جاتا ہے۔ لہٰذا حضور کا منشاء یہ معلوم ہوتا ہے کہ سجدۂ تعظیمی وجوب کی حد میں جائز ہوتا تو میں عورت پر مرد کا سجدہ واجب کرتا۔ یعنی سجدۂ تعظیمی واجب بلکہ مباح ہے

(۷) لمعات شرح مشکوٰۃ میں حضرت شیخ عبدالحق فرماتے ہیں۔

ان قوله لامرت المرأة مبالغة وبيان لكمال وجوب طاعة الزوج الخ على هذا لايفهم منه انتفاء	حضرت صلعم کا یہ ارشاد کہ میں عورت کو شوہر کے سجدے کا حکم دیتا بطور تاکید کے ہے۔ اور اس سے یہ مقصود ہے کہ بیوی کو خاوند کی اطاعت کے وجوب کا کمال معلوم ہو جائے اور اس سے انسانوں کے باہمی ایک دوسرے کو سجدے

سجود الانسان للانسان حتی یکون الحدیث ناسخا للایة باصلہ مباحا لا یدل علی کونہ منہیا غایۃ القول ان لا دلالة الحال علی النھی و ھو معنی خارج من اصل مفھوم الحدیث فلا یجوز بہ نسخ الکتاب و قولہ علیہ السلام لا ینبغی لا یثبت بہ النھی قطعا۔

کرنے کی مخالفت نہیں سمجھی جا سکتی جب تک کہ حدیث کو آیت کا ناسخ قرار نہ دیا جائے کہ مباح ہونا اس امر پر دلالت نہیں کرتا کہ وہ ممنوع ہے۔ انتہائی بات یہ ہو سکتی ہے کہ حدیث کا میلان مخالفت کی طرف ہے تو یہ مفہوم حدیث سے خارج معانی کا پیدا کرنا ہوگا۔ لہٰذا اس سے آیت کا منسوخ ہونا جائز نہیں ہو سکتا۔ اور حضرت صلعم کے ارشاد لا ینبغی سے ممانعت قطعاً ثابت نہیں ہوتی۔

(۸) اصول احناف کے موافق یہ قاعدہ مستنبط ہے کہ امر سے وجوب ثابت ہوتا ہے۔ اور (۲) نہی سے تحریم ثابت ہوتی ہے اور (۳) عدم امر و نہی سے اباحت ثابت ہوتی ہے۔ (۴) اس حدیث میں امرت ان تسجد لسز وجھا سے امر تو ثابت نہیں اور نہی کے ساتھ آپ نے منع نہیں فرمایا۔ لہٰذا نہ امر ثابت ہوا نہ نہی ثابت ہوئی بلکہ عدم امر و نہی سے اباحت ثابت ہوتی ہے۔

(۹) مولانا عبدالکریم گجراتی اپنی تفسیر کلالی میں لکھتے ہیں۔

موافق قاعدۂ اصول شرائع
من قبلنا حجت است مالم نظہر لنا
ناسخ فی شرعنا و سجدۂ تحیت در شریعت
حضرت یعقوبؑ بہ نص کتاب و خروا لہ
سجدا جائز بود۔ در شریعت ما نیز
جائز باشد۔ و ناسخ ایں جواز را در
شریعت ما غیر از خبر واحد نیست
لو کنت امرا ان یسجد الخ
و ناسخ نص کتاب را باید کہ خبر متواتر
باشد نہ خبر واحد۔ معہذا ایں خبر
واحد محتمل است کہ بنظر اشتباہ
سجدۂ تحیت با سجدۂ عبادت داده
شد۔ زیرا کہ مردم قریب العہد
بالکفر بودند و بعبادت غیر اللہ
معتاد و خوگر در آں وقت مطلق
فرمودند۔ کالنہی عن الختم والمزفت
فقط۔

قواعد علم اصول کی بناء پر سابقہ
شریعتیں ہمارے لیے حجت ہیں جب تک کہ
ہماری شریعت منسوخی کا حکم ظاہر نہ کردے
اور سجدۂ تحیت شریعت حضرت یعقوبؑ
میں نص قرآنی کی بموجب جائز تھا
تو ہماری شریعت میں بھی جائز ہوگا
اور اس نص قرآن کے خلاف ہماری
شریعت میں سوائے حدیث احاد
(لو کنت امران یسجد) کے اور کوئی چیز
نہیں ہے۔ اور نص قرآن کی منسوخیت
کیلئے ضرورت ہے کہ حدیث متواتر ہو خبر واحد
نہو اور یہ حدیث احاد ہے اس بات کا احتمال بھی ہے
کہ سجدۂ تحیت اور سجدۂ عبادت کا باہمی اشتباہ
بیان کیا گیا ہو کیونکہ وہ زمانہ ایام کفر کے
قرب کا تھا اور لوگ نئے نئے کفر سے اسلام میں داخل
ہوئے تھے اور غیر اللہ کی عبادت کی ان کو عادت پڑی
ہوئی تھی جیسا کہ ختم و مزفت سے انکو منع کر دیا گیا تھا

(۱۰) سجدۂ تعظیمی عام طور پر آپ کو ہونے لگے اسے آپ نے پسند نہیں فرمایا۔ لیکن

خود آنحضرت کو سجدہ کیا گیا

ہجرت کے آٹھویں سال عکرمہ بن ابی جہل جب اسلام لائے تو آپ کو سجدہ کیا اور آپ نے منع نہ فرمایا۔ چنانچہ مدارج النبوۃ و روضۃ الاحباب

میں لکھا ہے۔

وعکرمہ در مقابل آنحضرت بالیستاد وگفت یا محمدؐ ایں زنِ من میگوید کہ تو مرا امان دادۂ۔ فرمود نعم امان دادہ ام۔ عکرمہ گفت اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ وانک رسولہٗ انگاہ از شرمندگی سر در پیش افگند	عکرمہ بن ابو جہل حضرت صلعم کے سامنے آکھڑا ہوا اور عرض گذاری کی یا محمدؐ! یہ میری بیوی کہتی ہے کہ آپنے مجھ کو امان دیدی فرمایا میں نے امان دیدی عکرمہ نے اسی وقت کلمۂ شہادت پڑھ لیا اور شرمندگی سے اپنا سر زمین پر رکھدیا

خود آنحضرت کے ہاتھ پاؤں چومے گئے

وکان فی وفد عبد القیس

قال لما قدمنا المدینۃ فجعلنا نتبادر من رواحلنا فنقبل ید رسول اللہ صلعم ورجلہ (رواہ ابو داؤد)

ہم وفد عبد القیس میں تھے، جب مدینے کے قریب پہونچے تو ہم اپنے کجاووں سے جلدی کرکے اترنے لگے۔ اور حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ہاتھ پاؤں کو چومنا شروع کردیا۔ (ابو داؤد)

آپ نے سجدے کی اجازت دی

مشکوٰۃ شریف کی کتاب الرؤیا میں ابن خزیمہ ابن ثابت سے روایت ہے کہ انھوں نے خواب میں آنحضرت کی پیشانی پر اپنے آپ کو سجدہ کرتے دیکھا۔ جب انھوں نے یہ خواب حضور سے عرض کیا تو آپنے فرمایا کہ تیرا یہ خواب سچا ہے اور آپ فوراً لیٹ گئے اور ابن خزیمہ کو اپنی پیشانی پر سجدہ کرنے کی اجازت دی اور انھوں نے سجدہ کرلیا۔

یہ فقہ کا مسئلہ ہے الاصل فی الاشیاء الاباحۃ

تمام اشیاء میں اصلیت مباح ہونا یعنی ہر چیز کی اصل مباح ہے۔ اگر مباح ہونے کے خلاف کوئی حرمت موجود نہ ہو (فتاوی قاضی خاں) اور حرام کا اعلان اُس وقت کرنا صحیح ہوگا جب اس کے لئے نص قطعی موجود ہو۔ الا انہ لم یجد فیہ نصًّا قاطعا لم یطلق علیہ لفظ الحرام۔ جس میں کوئی نص قطعی نہ پائی جائے اُس پر حرام کے لفظ کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ (ہدایہ)

نسخ کے اقسام

نسخ کئی طرح کا ہوتا ہے۔ نسخ بمعنی تحریم۔ جیسے بھائی بہنوں کا نکاح وغیرہ جسے نص قطعی نے منسوخ کیا اور کہا کہ اب حرام ہے۔ حرمت علیکم امہاتکم وبناتکم واخواتکم نسخ بمعنی رفع وجوب جیسے ایام بیض کا روزہ۔ پہلے فرض تھا۔ نسخ کے بعد اباحت باقی رہی۔ سجدۂ تحیت پہلے فرض تھا۔ فرضیت منسوخ ہوکر اب اباحت باقی ہے۔ مسلم الثبوت شرح کشف المبہم صفحہ ۱۷ میں ہے۔

اذا نسخ الوجوب بقی الجواز	وجوب منسوخ ہو جائے تو جواز باقی رہتا ہے

سجدۂ تعظیمی کے نسخ کے جو حضرات قائل ہیں وہ نسخ بمعنی التحریم نہیں بلکہ نسخ بمعنی رفع وجوب کے قائل ہیں۔ جس کے بعد اباحت باقی رہتی ہے۔ نسخ بمعنی التحریم کے لئے نص قطعی چاہئے جیسے وان تجمعوا بین الاختین۔ پس اس سجدے کا نسخ

نسخ وجوب کے سوا کچھ نہیں مانا جا سکتا۔ جس نسخ کے بعد مسلک جمہور کے موافق جواز باقی رہتا ہے۔

تفسیر کبیر جلد اول صفحہ ۲۲۶

اجمع المسلمون علی ان ذلک السجود لیس السجود العبادة وان سجود العبادة لغیر اللہ کفر والامر لا یرد بالکفر۔	مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ سجدے عبادت کے سجدے نہ تھے اس واسطے کہ عبادت کے سجدے غیر اللہ کے لئے کفر ہیں اور خدا کا حکم کفر کے لئے نہیں ہوا کرتا۔

ایک اصول شرعی سجدۂ تعظیمی کی تائید میں

یہ ایک اصول شرع ہے کہ فرض عین اور حرمت مطلق کا اجتماع اور ورود محل واحد میں نہیں ہوتا، خواہ زمانہ واحد ہو خواہ مختلف۔ پس سجدۂ تحیت جو حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے میں امر اور فرض عین تھا وہ کسی نبی کے زمانے میں بھی حرام نہیں ہو سکتا۔

اسی وجہ سے اس بات میں قول فیصل حضرت امام ابو المنصور کا ہے کہ۔

قال الامام ابو منصور اذا قبل احد بین یدی احد فا الارض او انحنیٰ له او طأطأ راسه فلا یکفر به لانه یرید تعظیمه لا عبادته (فتاوی عالمگیری جلد ثانی صفحہ ۲۵)	امام ابو منصور نے فرمایا۔ اگر کوئی شخص کسی کے سامنے زمین چومے یا جھکے یا اپنے سر کو زمین پر گرا دے تو اس سے کفر لازم نہیں آئے گا۔ کیونکہ وہ انکی تعظیم کا ارادہ رکھتا ہے عبادت کا نہیں۔

جامع الصغیر میں ہے۔

لا باس بوضع الجبین بین یدی المشائخ	کچھ حرج نہیں ہے اگر مشائخ کے سامنے رخساروں کو زمین پر رکھا جائے

شاہ عبد العزیز صاحب کا فتویٰ

مولانا شاہ عبد العزیز صاحب سے پوچھا گیا کہ سجدۂ مشائخ کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ اور حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ قدس سرہ نے جواز سجدہ میں جو تقریر فرمائی ہے۔ سائل نے اس کا حوالہ دے کر پوچھا کہ جب ایسے اکابر جواز تحیت سجدہ کے قائل ہیں تو کیا سمجھا جائے؟ شاہ صاحب نے جواب دیا۔

این بزرگان تجویز سجدہ چرا می کردند توجیہ فعل این اکابر بعد از تفتیش بسیار چنیں قرار یافتہ کہ سجدہ را دو قسم دانستند، سجدۂ عبادت و سجدۂ تحیۃ۔ سجدۂ عبادت را خود کفر و حرام شدید می دانستند و سجدۂ تحیت را تجویز می فرمودند فرق درمیان سجدہ عبادت و سجدۂ تحیۃ باوصف اتحاد بہ ہیئت و تعظیم باطنی در ہر یکے بحسب ظاہر الامر موجود آنست کہ اگر

یہ بزرگ لوگ سجدے کے جواز پر کیوں زور دیتے تھے اس کی توجیہ بڑی تفتیش کے بعد یہ معلوم ہوئی کہ وہ سجدے کو دو قسم کا جانتے تھے ایک سجدۂ عبادت اور ایک سجدۂ تحیہ سجدۂ عبادت کو وہ خود کفر اور حرام یقین کے ساتھ جانتے تھے اور سجدۂ تحیۃ کو جائز فرماتے تھے۔ سجدۂ عبادت اور سجدۂ تحیۃ میں فرق و تفاوت بلحاظ نیت یہ ہے کہ اگر ملاقات کے وقت بطریق تعظیم و تکریم تحیۃ مسنونہ سے کچھ اور زیادتی واقع

عند الملاقات والمحاضرہ بطریق تعظیم و تکریم زائد بر تحیت مسنونہ واقع شود آں سجدۂ تحیت است و اگر بقصد تقرب الی رجال الغیب و تحصیل کیفیات مطلوبہ واقع شود آں سجدۂ عبادت است چنانچہ سجدۂ کفار بسوئے اصنام و سجدۂ ملائکہ برائے آدمؑ از قسم تحیت بود چنانچہ اکثر مفسرین برآنند و بعضے گفتہ کہ سجدہ برائے خدا بود و نہ آدم را قبلہ کردن منظور بود بہرحال چونکہ ملائکہ در مقابلۂ حق تعلیم اسماء کہ از حضرت آدم نسبت بایشاں واقع شدہ بود۔ مامور بایں نوع تحیۃ شدند۔ دیگر معلمان و مرشدان بطریق اولیٰ نسبت معلماں و مرشدان خود مامور شدند۔ قیاساً جلیاً (فتاویٰ عزیزیہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی سنہ ۱۳۲۲ھ)

ہو جائے تو وہ سجدۂ تحیۃ ہے اور اگر بقصد تقرب مردان غیب اور تحصیل کیفیات مطلوبہ یہ سجدہ واقع ہو تو وہ سجدۂ عبادت ہے۔ جیسے کہ کافروں کا سجدہ بتوں کی طرف مگر فرشتوں کا سجدہ آدم کے لئے سجدۂ تحیۃ تھا چنانچہ اکثر مفسرین کا یہی خیال ہے اور بعض نے یہ کہا ہے کہ یہ سجدہ خدا کے واسطے تھا اور آدمؑ کو فقط قبلہ بنانا منظور تھا۔ بہرحال چونکہ فرشتے بسبب مقابلہ حق تعلیم اسماء سجدۂ تحیۃ کے لئے مامور کئے گئے تھے اسی طرح اور وہ لوگ بھی جو دوسروں سے علم سیکھتے ہیں یا رشد و ہدایت کے طالب ہیں تو بطریق اولیٰ وہ بھی اپنے معلموں اور مرشدوں کے سجدۂ تحیۃ کے لئے مامور سمجھے جائیں گے بطور قیاس روشن کے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے اپنی تفسیر فتح العزیز میں بھی
بموقع تفسیر الم نشرح اسکو بظاہر مختصر اور اسرار باطن سے بہ تحریر کی ہے

اس کا ایک حصہ یہ ہے۔

و جمعے از اولیاء امت را شمۂ
از محبوبیت آں حبیب شدہ والشان
مسجود خلائق و محبوب دلہا گشتہ
اند مثل حضرت غوث الاعظم و سلطان المشائخ
نظام الدین اولیاء قدس اللہ سرہما

امت آنحضرت میں بھی ایسے چند اولیا گزرے
ہیں جن کو آنحضرت صلعم کی شان محبوبیت کا ایک
حصہ ملا ہے اور وہ مسجود خلائق اور دلوں کے
محبوب تھے مثلاً حضرت غوث الاعظم اور
حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیا

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی مسجود خلائق کا فقرہ کسی بندے کے حق میں لکھتے ہیں یا خدا کے واسطے

نوٹ۔ فتاوی عزیزیہ میں جہاں شاہ صاحب کا یہ فتوے درج ہے اس کے آخر میں مولوی اسمٰعیل صاحب نے ایک سطر اپنی طرف سے الحاق کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ فتوے جمہور کے خلاف ہے یہ الحاق ایسا بھونڈا اور عامیانہ ہے کہ ہر شخص پڑھ کر جان لیتا ہے چھپتا نہیں۔ اور ایسے کوئی ذی شعور تسلیم نہیں کر سکتا کہ شاہ صاحب دلائل کے ساتھ جواز سجدۂ تعظیمی کو بیان بھی کریں اور آخر میں ایک سطر لکھ کر اپنے سارے مضمون کی خود ہی تردید بھی کر دیں۔ اگر اُن کے نزدیک واقعی یہ سجدہ خلاف جمہور اور ناجائز تھا۔ جیسا کہ الحاق کرنے والے نے لکھا ہے تو وہ اس کو عدم جواز کے دلائل سوال کے جواب میں بیان کرتے۔ جیسا کہ دلائل فتوے جواز میں دیے اُس کے برخلاف ایسا ہی دلائل فتوے عدم جواز میں دیتے۔

مولوی اسمٰعیل صاحب کا تو یہ عمل والحاق ہے کہ ایک سطر اپنے مطلب کی آخر میں اضافہ کر دی اُن کے متبعین نے یہ کیا کہ فتاوی عزیزیہ

ہی سے اس فتوے ہی کو نکال دیا۔ سنہ ۱۳۲۲ھ تک جو فتاوے چھپے ہیں اُن
میں یہ فتوائے موجود ہے مگر اس کے بعد کے اڈیشن میں نہیں ہے۔

تفسیر معاملات الاسرار فی مکاشفات الاخیار

مصنفہ مولوی حکیم محمد حسن صاحب امروہوی مطبوعہ مطبع رضوی دہلی سنہ ۱۲۹۵ھ صفحہ ۲۲۹

درحقیقت امر درایں امر باید دانست کہ سجدہ بر دو قسم است۔ یکے تعظیمی و آں باتفاق حضرات صوفیہ و اہل فقہ معتبر نیز کفر نیست۔ اگر تخصیص شخص کردہ شود۔ البتہ کلام در جواز و عدم جواز است و نزد شافعیہ شرائع ماقبل آنچہ بر ما نازل شدہ اند لازم نیست پس ممانعت سجدہ در احادیث مخالف جواز سجدۂ یعقوب و اولادش برائے یوسف نیست و اکثر فقہائے حنفیہ خلاف قواعد خود از اصول اذبرائے مرشدان حرام می دانند چہ از قواعد ایشاں است کہ شرائع و سنن سابقہ آنچہ در قرآن مجید مذکور است بلا تنسیخ بر ما بدستور امم سابقہ لازم، و قرآن متواتر را احادیث احاد نسخ نمی تواں کرد و بعض احادیث احاد را مأول می دانند و بعض ساقط از اعتبار کہ مقابل خبر قرآن اگر فہمیدہ شوند۔ چناں کہ در بعض روایات است کہ حضرت صلعم فرمود کہ کسیکہ گوید سجدہ کردن بر عظما برامم سابقہ درست است دروغ گفت بر پیغمبر خود اگر ایں را محمول بر سجدۂ تعظیم انبیاء ع نمی کنیم مقابل خبر قرآن باشد۔ یعنی در خبر احاد و باید گرفت نہ در نسخ۔ دیگر مراد از عظما پادشاہ باشد مطابق با سجدہ نکردن انبیاء ع بحث نصر است پس چگونہ در مذہب ایشاں سجدۂ تعظیمی حرام نہ شود بر حدیثی تواتر اثبات لازم و مجرد قول کسے در تفاسیر معتبر نخواہد شد۔ د ا د

قول بحرمتہ مدینہ منورہ در مقابل حلت آں عزیز باید کرد کہ چند قدر احادیث
نسبت حرمت وارد مگر بر حلت آں امام ہمام ابو حنیفہ کوفی رضی رجوع نمی دارند
و حضرات صوفیہ چشتیہ و بعض فقہا ہمیں نظر تا ئل بجواز سجدۂ تعظیم اند و رسالہ
مولانا یوسف لکھنوی و دیں مقدمہ مطالعہ باید کرد، و دیگر حق بجانب
شافعیہ است کہ شرائع ما قبل نزد شاں لازم نیست چنانکہ نذر مادر مریم
داد علیٰ ہذا ایں قیاس سجدہ است کہ در احادیث حرام است گنجائش
تاویلات بسیار و دیگر سجدہ است سجدۂ عبادت و آں بر غیر حق را علی الاطلاق
کفر ہست بلکہ مطلق عبادت برائے غیر خداوند ذوالجلال والاکرام ذی العرش
کفر است چہ جائیکہ سجدۂ عبادت ۔

یہ ہیں جواز سجدۂ تحیت کے دلائل، اور یہ ہے اس امر کا ثبوت کہ
قرآن مجید سے اس سجدے کا جائز ہونا یقینی طور پر ظاہر ہے ۔

کس قدر کثرت سے علمائے ظاہری، فقہا اور مفسرین وغیرہ اس کے
جواز کے قائل ہیں ۔ یہ بھی روز روشن کے آفتاب کی طرح ظاہر ہے ۔

قیام و عدم قیام میلاد شریف، ایصال ثواب، نذر و نیاز بزرگان
دین وغیرہ وغیرہ بیسیوں مسائل ہیں کہ جن میں ارباب ظاہر کو حضرات
طریقت سے اتفاق بھی ہے اور بہت سے علماء کو اختلاف بھی ہے
اور یہ ایسے مسائل ہیں جن میں ہر فریق والوں کو دوسروں سے اختلاف
ہے اسی طرح سجدۂ تحیت کا حال ہے کہ کثرت سے علمائے ظاہری اس کو
جائز رکھتے ہیں ۔ جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ۔ اور بعض فقیہ اور عالم ہیں کہ ان کو
اختلاف ہے ۔ ایسے مسائل اختلافیہ کی بناء پر کفر و شرک کی تقسیم محض مذاق
عامیانہ ہے جن لوگوں کی گہری نظر حقائق شریعت پر ہے انکا ایسا شیوہ نہیں ہے

ارباب ظاہر کا بیان سجدۂ تحیت کے بارے میں آپ نے دیکھ لیا ہے۔ اب دیکھیے کہ ارباب طریقت اور حضرات اہل اللہ کا عمل اس سجدۂ تحیت کے متعلق کیا ہے؟

بزرگان عظام جو مسجود خلائق ہوئے

بر زمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود		سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود

حضرت غوث الثقلین شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس کا مطلب اردو میں یہ ہے ایک برتر اور اعلیٰ مقام ہے۔ جب سالک اس مقام پر فائز ہوتا ہے تو ملائک گرد اگرد اس کو سجدہ کرتے ہیں (مجالس ثمانین)۔ آپ کا یہ قول جواز سجدۂ تحیت میں نہایت پُر معنی اور اسرار باطن سے بریز ہے۔ آپ کے مصنفات میں کسی جگہ بھی جواز سجدۂ تحیت کے خلاف ایک لفظ نہیں ہے۔

آنحضرت صلعم کو عکرمہ بن ابو جہل نے مشرف بہ اسلام ہوتے ہی سجدہ کیا اور ابن خزیمہ کو آپ نے اپنی پیشانی پر سجدہ شکر کرنے کی اجازت دی۔ باب علم حضرت مولا مشکل کشا رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حضرت عباس عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پاؤں چومے ہیں، چنانچہ کتاب سیر الاولیاء کے مصنف جو اب سے چھ سو برس پہلے حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی قدس سرہٗ کی زندگی میں زندہ اور حاضر خدمت رہتے تھے اپنی کتاب سیر الاولیا شریف میں لکھتے ہیں کہ میں نے اپنی آنکھ سے حضرت سلطان المشائخ کے

خاص دست مبارک کی لکھی ہوئی یہ تحریر دیکھی ہے قال صہیب

رأیت علیاً یقبل ید العباس و رجلہ

حضرت صہیب صحابی نے فرمایا کہ میں نے حضرت علی کو حضرت عباس کے ہاتھ اور پاؤں چومتے دیکھا۔

حضرت غوث الاعظم مسجود ہوئے

قلائد الجواہر فی مناقب شیخ عبدالقادر رضؓ میں لکھا ہے کہ حضرت غوث الثقلین کو ایک سو عالموں نے سجدہ کیا، یہ علماء اور خیال سے آئے تھے مگر جب دیکھا کہ آپ کی یہ شان ہے تو قدموں میں گر پڑے اور سجدۂ تعظیم بجا لائے۔

خواجہ غریب نواز رضؓ

حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری اجمیری قدس سرہٗ

آپ فرماتے ہیں کہ شہر بغداد میں حضرت جنید رضؓ کی مسجد میں جب زیارت و قدمبوسی حضرت خواجہ عثمان ہارونی رضؓ سے مشرف ہوا۔ اس وقت اکثر مشائخ کبار حضرت مرشد کی خدمت میں حاضر تھے جب میں نے زمین ادب چومی تو آپ نے فرمایا دو رکعت نماز پڑھو میں نے حکم کی تعمیل کی۔ (انیس الارواح)

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت خواجہ غریب نواز رضؓ نے اپنے حضرت پیر و مرشد کے سامنے زمین ادب کو چوما یعنی آپ کے سامنے اپنا سر زمین پر رکھا۔ اس وقت اکثر مشائخ کبار بھی وہاں موجود تھے، یعنی آپ کا روبروئے شیخ سر زمین پر رکھنا تنہائی میں نہ تھا۔ مجلس میں تھا اور

ایسی مجلس میں جہاں مشائخ کبار بھی تھے۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ

دلیل العارفین میں فرماتے ہیں کہ جب آپ کو حضرت خواجہ بزرگ نے خلافت سجادہ سے سرفراز فرمایا تو آپ نے کئی مرتبہ آپ کے روبرو سر زمین پر رکھا چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں

روز پنجشنبہ در جامع اجمیر دولت پائے بوس حاصل شد۔ شیخ علی سنجری را فرمان شد کہ مثال بنویسد تا قطب الدین در دہلی رود کہ خلافت سجادہ قطب الدین را دادیم و دہلی مقام او ست۔ چوں مثال تمام شد بدست دعاگو دادند ایں فقیر روئے بر زمین آورد فرمود نزدیک تر بیا، نزدیک شدم، دستار و کلاہ بر سر فقیر نہاد و عصائے خواجہ عثمان ہارونی بدست من داد، و خرقہ در بر دعاگو کرد مصحف و مصلّے و نعلین بداد و گفت اما نتے است از رسول صلی اللہ علیہ وسلم بخواجگان ما رسید مر ترا دادم باید کرد فردائے قیامت مرا در میان خواجگان شرمندگی نیارد۔ ایں فقیر روئے بر زمین آورد۔ دوگانہ نماز بگزاشت، خواجہ دست دعاگو گرفت و روئے سوئے آسمان کرد گفت برو بخدا سپردیم ترا بمنزل رسانیدیم۔

(اخبار الاخیار صفحہ ۲۶ مطبع مجتبائی دہلی)

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت خواجہ قطب الاسلام قطب الدین قدس سرہ کو خلافت سجادہ عطا ہوئی تو آپ نے بار بار روبروئے شیخ اپنا سر زمین پر رکھا یعنی پیر و مرشد کو سجدہ کیا۔

حضرت شیخ الاسلام فرید الدین گنجشکرؒ

حضرت خواجہ قطب الدینؒ کے خلیفۂ اعظم حضرت بابا فرید الدین گنجشکرؒ نے اپنی کتاب "فوائد السالکین" میں جہاں خدمت شیخ میں اپنی حاضری کا ذکر کیا ہے جابجا لکھا ہے کہ زمین بوس ہوا۔ دولت قدمبوسی حاصل ہوئی۔

غرض حضرت خواجہ عثمان ہارونی رضؓ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رضؓ حضرت خواجہ قطب الدین رضؓ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رضؓ کا مسجود ہونا نہایت صحت واسناد کے ساتھ ثابت ہے۔ ان حضرات کے زمانے میں اکابرین مشائخ کے مریدوں کا یہ عام دستور تھا کہ مرید جب خدمت شیخ میں حاضر ہوتے تو شیخ کے روبرو سر زمین پر رکھتے اور اس طرح خدمت شیخ میں اپنی عاجزی اور فروتنی کو ظاہر کرتے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ محبوب الٰہی

سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ محبوب الٰہی قدس سرہٗ کا زمانہ وہ تھا کہ خاندانِ چشت کے فیضان و برکات کا آفتاب نصف النہار پر پہونچا اور بادشاہ سے لیکر گدا تک بیشمار بندگانِ خدا آپ کے سلسلہ غلامی میں داخل ہوئے۔

حضرت کے وقت میں سات بادشاہ دہلی کے تخت پر بیٹھے جن میں بعض کو احترام شریعت کا بڑا خیال تھا اور وہ تمام ملک خصوصاً پائے تخت دہلی میں کسی ایسے فعل یا عمل کی اجازت نہ دیتے تھے جو بظاہر حکم شریعت کے خلاف ہو۔ اس کے علاوہ سلطان قطب الدین خلجی اور سلطان غیاث الدین

تعلق کو حضرت سے ایک طرح کی شدید عداوت تھی اور وہ چاہتے تھے کہ کوئی ایسا حیلہ آپ کے خلاف گرفت کا نکلے جس کا تعلق شریعت سے ہو مگر اس کے باوجود حضرت محبوب الٰہیؓ کے سامنے سجدے کئے جاتے تھے اور دشمن بادشاہوں یا علمائے وقت کو گرفت کی مجال نہ ہوتی تھی جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ تعظیمی سجدوں کو دشمن بادشاہ اور علماء بھی خلاف شریعت نہ سمجھتے تھے اگر وہ اس کو خلاف شریعت سمجھتے تو مواخذہ کرنے کا بہت آسان موقع ان کو حاصل تھا کیونکہ حضرت محبوب الٰہیؓ کے سامنے رات دن ہر آنے جانے والا سر زمین پر رکھتا اور تعظیمی سجدہ بجا لاتا تھا جس کا تذکرہ اکثر کتب معتبرہ میں مذکور ہے اور وہ سب قدیمی کتب خانوں میں آج تک بآسانی دستیاب ہو سکتی ہیں۔

حضرت نصیرالدین چراغ دہلیؒ

حضرت مخدوم نصیرالدین محمود قدس سرہٗ جو حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ محبوب الٰہیؓ کے اجل خلفا میں سے ہیں اُن سے کتاب "مفتاح العاشقین" میں منقول ہے۔

اما سجدۂ اتیان پیش را مستحب بود کہ مادر و پدر و استاد و پیر را و سلاطین سجدہ می کردند چوں وقتِ حضرت رسالت پناہ رسید استحباب سجدہ رفت مباح ماند، چوں روزۂ ایام بیض کہ پیش از آں فرض بود آں در وقت رسالت پناہ ایام بیض را فرضیت نماند۔ اما استحباب باقیماند چوں استحباب سجدہ رفت مباح ماند و بدیں وجہ کافر نہ گردد۔

حضرت مخدوم بندہ نواز گیسو درازؒ

آپ حضرت مخدوم نصیرالدین محمود قدس سرہ (جو حضرت خواجہ نظام الدین

محبوب الٰہی قدس سرہ کے اجل خلفا میں سے ہیں ۔ اُنکے خلیفۂ اعظم ہیں
آپ کا آستانۂ پاک گلبرگہ دکن میں مرجع خلائق ہے ؎

نیست کعبہ و رو کن جز درگہ گیسو دراز
پادشاہِ دین و دنیا خواجہ بندہ نواز

سوانح بندہ نواز مطبوعہ افضل المطابع ۱۳۲۰ھ کے صفحہ ۲۰ میں لکھا ہے۔
ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضور خواجہ بندہ نواز گیسو دراز قدس سرہٗ مریدوں کے فرائض و معتقدات کے متعلق بیان فرما رہے تھے۔ اثناء بیان میں ایک عالم ظاہری بول اُٹھے کہ آپکی مجلس کے آنے والوں میں اکثر لوگوں کو میں دیکھتا ہوں کہ وہ زمین بوسی ادب آداب اور سجدہ کے بڑے پابند ہیں۔ آپ ان کو منع نہیں کرتے؟ فرمایا کہ میں اُن کو روکنا چاہتا ہوں مگر نہ سمجھتا ہوں کہ اول تو یہ عمل لوگوں کا عشق و محبت پر مبنی ہے۔ دوسرے پیران طریقت میں ادب سے ایسا ہی سلسلہ چلا آیا ہے۔ اب یہ مجال نہیں کہ میں اس مسلک کو بدل دوں۔ بقطع نظر اس سے کہ جیسے روزہ ماہ رمضان کے قائم ہو جانے کے بعد عاشورہ کے روزہ کی فرضیت جا کر استحباب باقی رہتا ہے۔ اسی طرح اگلی امتوں میں سجدہ مستحب تھا حضرت سرور کائنات علیہ التحیۃ و الصلوٰۃ کے عہد میں گو استحباب جاتا رہا مگر اباحت باقی رہی پس اباحت میں ممانعت کو کیا دخل۔

خود حضرت مخدوم بندہ نواز گیسو دراز نے اپنے پیر و مرشد حضرت مخدوم نصیر الدین محمود قدس سرہٗ کو سجدہ کیا ہے۔ چنانچہ کتاب بطبع سنابل صفحہ ۶۸ میں لکھا ہے۔

یکے از خلفائے حضرت مخدوم سید محمد گیسو دراز است قدس سرہٗ مردے دانشمند مخول و البتہ بمتابعت رسول علیہ الصلوٰۃ و السلام بود درا

وقت کہ سید محمد بر مخدوم شیخ نصیر الدین محمود آمدند مخدوم بر اسپ سوار بودند باز ایشاں بر پائے مخدوم بوسہ زدند بعض فرمود فرو ترہ ایشاں بر سم اسپ بوسہ زدند. اتفاق گیسوئے ایشاں بر کاب آویختہ بود۔ باز مخدوم فرمود فروتر بر زمین بوسہ زدند و گیسو ہمچناں آویختہ ماند۔ مخدوم فرمود میر سید محمد شما گیسو دراز درآید۔

حضرت جلال الحق والدینؒ مسجود تھے

حضرت مخدوم نصیر الدین محمود اور حضرت بندہ نواز گیسو دراز قدس اللہ اسرارہما سلسلۂ نظامیہ کے آفتاب و ماہتاب ہیں اب سلسلۂ صابریہ کے آفتاب قطب عالم حضرت مخدوم احمد عبد الحق ردولوی قدس سرہ العزیز کا حال سنیئے۔ آپ نے اپنے شیخ کو سجدہ کیا چنانچہ انوار العیون میں لکھا ہے۔

شیخ المشائخ جلال الحق والدین قدس سرہٗ ایستادہ بر آستانہ خود منتظر قدوم حضرت شیخ العالم قدس سرہٗ بودند، بادام کہ حضرت شیخ العالم برسیدند در زیر پائے پیر خود افتادند۔ شیخ المشائخ جلال الحق والدین بتعظیم تمام و شفقت عظام بدست کرام شیخ العالم را کنارہ گرفتند۔ بلطف ظاہر و نظر باطن بزبان مبارک فرمودند کہ اے عبد الحق امروز تو مہمان من باشی۔ حضرت شیخ العالم قدس سرہٗ سر بر زمین بردند و باعتراف عبودیت پیوستند

حضرت شیخ عبد الحق ردولوی قدس سرہٗ

حضرت شیخ العالم مخدوم احمد عبد الحق ردولوی قدس سرہٗ کے

ملفوظات کی کتاب انوار العیون میں جو آپ کے خلیفۂ اعظم حضرت قطب الاقطاب شیخ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے جمع فرمائی ہے لکھا ہے۔

مریدان حضرت شیخ العالم قدس سرہ پیش حضرت شیخ العالم سر بپشانی آوردند و سجدہ پیش می افتند و می نشستند سبحان اللہ تا دراں جمال چہ جمال می دیدند و مستغرق آں گشتند و امروز ہماں سنت مریداں حضرت شیخ العالم را جاری است کہ پیش قبر حضرت شیخ العالم و پیش صاحب سجادہ سر بر زمین ہند و سجدہ می کنند۔

حضرت مخدوم عالم احمد عبد الحق ردولوی قدس سرہٗ کی قبر شریف کو مریدین سجدہ کرتے تھے اور حضرت مخدوم عبد القدوس گنگوہی قدس سرہٗ آپ کے خلیفۂ اعظم اس کی شہادت دیتے ہیں کہ یہ طریقہ آج تک جاری ہے کہ مریدین آپ کی قبر کے آگے سجدہ کرتے ہیں۔

انوار العیون میں جابجا اس کا ذکر ہے کہ مریدین جب حضرت مخدوم احمد عبد الحق قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ کو سجدہ کرتے تھے۔ یعنی جس طرح کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی قدس سرہٗ کی مجلس مبارک میں عام و خاص اور آنے جانے والے سب سر بسجود ہوتے تھے اسی طرح حضرت مخدوم ردولوی کی مجلس مبارک میں آنے جانے والے سر بسجود ہوا کرتے تھے۔

سجدۂ تعظیمی میں ایک اور علمی مکالمہ

حضرت مخدوم میر سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ کے ملفوظ و تذکرے میں یہ حال لکھا ہے جس کا نام لطائف اشرفی ہے۔ حضرت کا مزار کچھوچھہ شریف میں شہرت عام

رکھتا ہے۔ اس ملفوظ (مطبوعہ نصرۃ المطابع دہلی) کے حصّہ دوم صفحہ ۲۹
پر یہ عبارت درج ہے۔

حضرت مخدومی چوں از نماز جمعہ عود میکردند خلائق انبوہ سر در اقدام ایشاں می آوردند و سرہائے مبارک کہ بپائے ایشاں سرفرو نمی شدند سر بر زمین مے نہادند و سجدہ میکردند۔ شخصے از ملایان از یں معنی استفسار کرد کہ نا مشروع میشود کہ مردم سر بر زمین می نہند فرمودند کہ ایں طور را بسیار منع کردیم و باز داشتہ ایم باز نمی آیند۔ القصّہ بایں حد انکسار ورزیدہ اند و طالبان صادق و دوستداران واثق صورتے کہ در آئینہ شیخ معائنہ می کنند و معنے اگر در صورت شیخ مشاہدہ می نمایند بے اختیار سر بر زمین می نہند و می گویند ؎

سرے کو در خور ایثار نبود مرا با ایں سرے سر و کار نبود

جواز ایں معنی را بعضے اصحاب روایت شرع ہم آوردہ اند۔ فی الملتقط ویقال ماکان السجدۃ لھا طرفان، طرف التحیۃ وطرف العبادۃ۔ فالتحیۃ کانت لآدمؑ والعبادۃ اللہ تعالیٰ قال ابن عباسؓ سجدۃ التحیۃ بمنزلۃ سلامؑ ولاباس بوضع الخدین بین یدی الشیوخ السجدۃ اثنان سجدۃ العبادۃ وسجدۃ التحیۃ، فالاول خاصۃ للہ تعالیٰ والثانی بوجہ التکریم فی خمسۃ محل جاز القوم للنبی والمرید للشیخ والرعیۃ للملک والولد للوالدین والعبد للمولیٰ فی کل حال یرخص اذا سجد الانسان سجدۃ التحیۃ لایکفر واذا سجد الرجل

للسلطان ولغیرہ ویرید بہ التحیۃ دون العبادۃ لایکفر ھذا کلہ فی فتاوی قاضی خان وصغیر خان وتیسیر وسراجی وخانی وکافی۔

و در مرصاد آوردہ است پیش مشائخ کہ سر بر زمین نہند سجدہ نیست آں تعظیم و تکریم نور ذات و صفات معبود حقیقی است کہ مشائخ و اولیا بر آں نور متجلی اند۔

ترجمہ: جب حضرت مخدوم نماز جمعہ سے فارغ ہو کر واپس تشریف لاتے تو خلقت کا انبوہ اپنے سر آپ کے قدموں پہ رکھتا اور جن کے سر بوجہ ہجوم قدموں تک نہ پہونچتے تو وہ زمین پہ سر ٹیکتے اور سجدہ کرتے۔ ایک دن ایک مولوی صاحب نے مخدوم سے سوال کیا کہ یہ سجدہ کرتا نامشروع ہے تو مخدوم نے فرمایا۔

میں نے ان کو بارہا منع کیا ہے اور اس حرکت سے روکا ہے مگر یہ باز نہیں آتے۔ اصل میں بات یہ ہے کہ یہ لوگ اس حد میں ایک انکسار اختیار کرتے ہیں کیونکہ سچے طلب گار اور سچی محبت والے جب اپنے شیخ کے آئینہ میں کوئی اور صورت دیکھتے ہیں اور کوئی اور معنی شکل مرشد میں مشاہدہ کرتے ہیں تو بے اختیار سر زمین پر ٹیک دیتے ہیں اور کہتے ہیں جو سر تجھ پر قربان نہ ہو مجھے اس سر سے سروکار نہیں ہے۔

اس مسئلے کے جواز پر بعض اصحاب شرع کی روایت بھی لاتے ہیں ملتقط میں ہے۔

سجدے کی دو قسمیں ہیں ایک سجدۂ تحیۃ ایک سجدۂ عبادت۔ پس

سجدۂ تحیۃ آدمی کے لئے ہے اور سجدۂ عبادت خدا کے لئے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے سجدۂ تحیۃ مثل سلام کے ہے اور کچھ حرج نہیں ہے۔ اگر پیروں کے سامنے رخسارے رکھے جائیں (کہ) سجدہ دو قسم کا ہے۔ سجدۂ عبادت اور سجدۂ تحیت پس پہلا خاص خدا کے واسطے ہے اور دوسرا بوجہ تعظیم کے پانچ جگہ جائز ہے۔ قوم کو نبی کے لئے۔ مرید کو پیر کے لئے رعیت کو بادشاہ کے لئے۔ لڑکے کو والدین کے لئے غلام کو آقا کے لئے کہ ان کی ہر حال میں اجازت ہے۔ اگر کسی آدمی نے سجدۂ تحیت کیا تو کافر نہ ہوگا اور اگر کسی نے بادشاہ کو سجدہ کیا یا اور کسی کو اور اس میں تعظیم کی نیت ہوئی نہ کہ عبادت کی تو کافر نہ ہوگا یہ سب بیان فتاویٰ قاضی خان اور صغیر خان اور تیسیر اور سراجی اور کافی میں ہے۔

اور مرصاد میں لکھا ہے کہ مشائخ کے سامنے جو سجدہ کیا جاتا ہے وہ سجدہ نہیں بلکہ تعظیم و تکریم ہے۔ اپنے معبود کے نور ذات و صفات کی جو مشائخ اور اولیا میں جلوہ افگن ہوا کرتا ہے۔

حضرت مخدوم شاہ میناؒ

جن کا مزار لکھنؤ میں زیارت گاہِ خاص و عام ہے آپ کے سلسلہ میں بھی اس کا رواج تھا۔ چنانچہ کتاب سبع سنابل صفحہ ۸۰ میں حضرت مخدوم شاہ مینا قدس سرہٗ کے خلیفہ شیخ سعد علیہ الرحمۃ کے ذکر میں لکھا ہے۔

چوں مخدوم خیر آباد رسیدند ہمہ مریدان و معتقدان از اطراف و

جو انبیا می آمدند و پائے بوسی می کردند۔

اکبر کے زمانے کی ایک قدیمی کتاب میں سجدۂ تحیت

مثنوی "گنج راز" میں حضرت صدیقی شیخ عبدالرحمن قدس سرہ فتح آبادی نے سنہ ۹۶۲ ہجری میں جو بعہد سلطنت جلال الدین اکبر شاہ لکھی ہے۔ سجدۂ تحیت کا بیان ان اشعار میں فرمایا ہے۔

بیگماں پیش از زمانِ سیدِ خیر البشر
فرضِ حق بُد سجدۂ انساں بقرآں می نگر

سجدہ میکردند یوسف را ببیں قرآن را
ہر یکے بودند مرسل زادگاں پس مقتدا

ہمچنیں کردند اکثر انبیا بشنو ہمیں
کارہائے کہ شود از انبیا صادر چنیں

آں زماں ایں فرضِ حق بودہ اکنوں سنت مباح
ہوش دارای ایں سخن را منکری اند صحاح

آنچہ بودہ فرضِ حق بنگر مباش در کتاب
صوم عاشورہ سنت ہم ایامِ بیض اے خوش خطاب

سجدۂ مرشد روا شد در طریقت ہوش دار
لیک در راہِ شریعت پیشِ قاضی کفر کار

در شریعت کفر آید سجدۂ مرشد چرا
تا نگفتند راز حق در خلق فاش و برملا

فاش کردن رازِ رحمٰن در شریعت شد خطا
کفر و گفت رخصت داد در حقیقت مصطفےٰ

آمدہ روزے کسے پیشِ جنابِ مصطفےٰ
از پیمبر گفت کائے سالار ختم الانبیا

ہم نہ بہ شب در خواب دیدم سجدہ کردم من ترا
گفت احمد را مصطفےٰ ایں صفا دو راست ہم بجا

باز دنکس سجدہ کردہ بشاہِ مرسلاں
مصطفےٰ اش منع نہ کردہ آنچناں ہم بیگماں

در سلف اکثر مشائخ سجدۂ پیرے روا
داشتند از بہر تطبیقِ حدیثِ مصطفےٰ

نے کنند انساں اب سوئے خاک سجدہ بالیقیں
سجدۂ باری است سوئے کعبہ سجدہ ہمچنیں

سوئے کعبہ سجدۂ حق چوں بدانی اے بصیر
قبلہ انساں را بدانہ سجدۂ حق می شمر!

سے ایک پیشانی پر آپ نے سجدہ کرایا۔ ۱۲

بازگویم یک سخن از سجدۂ پیر اے جواں — از ملائک سجدۂ آدم چہ باشد شرح آں
در طریقت سجدہ را دو حال باشد اے عزیز — یک تحیہ یک عبادت ہر دو را می کن تمیز
بہر مردم شد تحیت ایں سخن را صدق داں — خاص حق را شد عبادت سجدۂ مرشد عیاں
بہتر از سنت بود چوں فرق طالب ہدیہ — می نہد بر پیش مرشد تا بود خوش تحفہ
شرح ایں بسیار داں با ہم بقیاس ہشیار — وجہ مرشد می نگر در دل بہ بیں کردگار
شو مراقب باش محو روئے مرشد اے پسر — ہنگری دیدار آں باری تعالیٰ از دگر
روئے مرشد ہست برزخ درمیانِ خدا و تو — از گمانِ پیر مگذر تا بہ بینی روئے او

حضرت مولانا روم قدس سرہ اور سجدۂ تعظیمی

مثنوی شریف میں حضرت مولانائے روم رضہ فرماتے ہیں۔

چوں ہمیں از بروں بلنگے زند — جانِ امت در دروں سجدہ کند
زانکہ جنبشِ بانگ او اندر جہاں — از کسے نشنیدہ باشد گوشِ جاں
آں غریب از ذوقِ آواز غریب — در سجود آید بحق گردد قریب
چوں کند سجدہ ز جان و دل غریب — از زبانِ حق شنید انی قریب

ایک جگہ پیر و مرشد کے آداب کی تعلیم فرماتے ہوئے فرماتے ہیں "سرمکش از دوست واسجد واقترب" مرشد کی طرف سے منہ نہ پھیر مرشد کو سجدہ کر، اور قرب و نزدیکی حاصل کر۔

حضرت شاہ سلیمان تونسوی قدس سرہ اور سجدۂ تعظیمی

تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خاں پنجاب میں خاندانِ چشتیہ نظامیہ کے ایک بڑے بزرگ حضرت شاہ سلیمان صاحب قدس سرہ تھے جن کو

ابھی سو برس کا زمانہ بھی نہیں گزرا۔ اُن کے اکثر مرید اُن کو سجدہ کرتے تھے۔ چنانچہ مناقب المحبوبین میں لکھا ہے۔

روزے حضرت بعد نماز عصر در مسجد تونسہ نشستہ بودند، و علماء و فقراء و عزیزان اہلِ صفا ہم در حلقۂ مجلس حضور نشستہ بودند، ایں بندۂ عاجز ہم نشستہ بود و ہچوں وقت قریب مغرب آمد حضرت برائے تجدید وضو برخاستند۔ چوں وضو کردہ باز حضرت در مسجد آمدہ بر مصلّیٰ خود نشست، شخصے طالب العلم سکنۂ پشاور بہ گستاخی تمام گفت، یا حضرت ایں کجا روا بود کہ مردمان برائے تعظیم شما در مسجد برخاستہ شوند و نیز سجدہ کنند کہ تعظیم کسے در مسجد منع آمدہ و سجدۂ تعظیم حرام است بلکہ بہ کفر برساند بلفظ مبارک بملائمت تمام فرمود کہ من کدام کس را گفتہ ام کہ تعظیم من در مسجد و غیر جا بکنید و مرا سجدہ نمائید، دریں وقت عالمے کہن سال از ولایت خراسان آمدہ بود بسوئے آں طالب علم متوجہ شدہ گفت کہ تعظیم پیر و استاد و مادر و پدر و علماء و سادات در مسجد جائز است و معنی حدیث لا تعظمنی فی بیت ربی ایں است ای فی الصلوٰۃ یعنی تعظیم من در مسجد مکنید دراں حالت کہ در نماز باشد، بعدہ آں عالم گفت کہ سجدۂ تعظیم ایں ہم جائز است پیر و استاد و پیغمبر را۔ سجدہ دو است، یکے سجدۂ عبادت، دویم سجدۂ تعظیم کہ ہر دو از نصِ قرآن ثابت اند۔ امّا سجدۂ عبادت فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ ایں آیات در شان سجدۂ عبادت است شرط عبادت در معبودیت دریں جا کردہ است اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ٥ و آنکہ حدیث شریف در نفی

سجدہ بغیر حق تعالےٰ آمدہ است وہمیں سجدۂ عبادت است۔ البتہ ہر کہ غیر حق دیگرے را سجدۂ عبادت معبود دانستہ کند بے شک کافر گردد زیرا کہ سجدۂ عبادت بغیر حق تعالےٰ دیگر کسے را روا نیست۔ اما سجدۂ تعظیم ہم از نص قرآن شریف ثابت است وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ الخ و در حق یوسف علیہ السلام وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا پس ایں سجدہ مباح است۔

مسجود محبوب کے دہن مبارک سے نکلے ہوئے خاص الفاظ

سلطان المشائخ محبوب الٰہی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ بے شمار سجدہ گزاروں کے مسجود تھے اور انھوں نے سجدۂ تعظیمی کی نسبت جو الفاظ خاص زبانِ مبارک سے فرمائے وہ کتاب سیر الاولیا اور فوائد الفواد میں موجود ہیں، فوائد الفواد مصنفہ حضرت امیر حسن علا سجزیؒ ایسی معتبر کتاب ہے کہ خود حضرت محبوب الٰہی رضؓ کی نظر مبارک میں پیش ہو لی تھی اور آپ نے تحسین فرمائی تھی، سیر الاولیاء کی نسبت یہ بتا دینا ضروری ہے کہ اس کے مصنف نے حضرت کا زمانہ دیکھا اور یہ کتاب مشائخ چشت کا ایسا معتبر تذکرہ ہے جس میں ایک حرف بھی کہیں مبالغے کا نہیں ہے اور جو پوری مؤرخانہ حیثیت سے لکھی گئی ہے۔ دورِ حاضرہ کے نامور اور لایق مؤرخ پیرزادہ مولوی محمد حسین صاحب عارف ایم اے پنشن یافتہ سشن جج و مترجم سفرنامہ ابن بطوطہ وغیرہ سیر الاولیاء کی نسبت فرماتے ہیں کہ میں نے ملفوظات و تذکرہ جات مشائخ صوفیہ میں اس کتاب اور نفحات کے سوا اور کوئی ایسی

کتاب نہیں دیکھی جو موجودہ طرز تاریخ نویسی کے مطابق ہو اور جس میں مبالغہ سے قطعاً احتیاط کی گئی ہو۔

فوائد الفواد میں ہے حضرت محبوب الٰہی رض فرماتے ہیں۔

خلقے بر می آید و روئے بر زمین می آرد۔ چوں از شیخ الاسلام بابا فرید الدین گنج شکر قدس سرہٗ و قطب الدین قدس سرہٗ منع سجود من ہم منع نمی کنم۔

سیر الاولیاء کے چھٹے باب اور صفحہ ۳۴۳ پر سجدۂ تعظیمی کی ایک مفصل کیفیت ہے جو یہ ہے۔

سخن دراں افتاد کہ مریدان بخدمت مخدوم می آیند و سر بر زمین می نہند سلطان المشائخ فرمود من خواستم کہ خلق را منع کنم۔ اما چوں پیش شیخ من چنیں کردہ اند منع نکردہ ام۔	گفتگو یہ آئی کہ مرید لوگ حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں تو سر زمین پر ٹیک کر سجدہ کرتے ہیں اس پر سلطان المشائخ نے فرمایا میں نے چاہا تھا کہ خلقت کو اس فعل سے منع کروں لیکن چونکہ اپنے شیخ کے روبرو ایسا دیکھ چکا ہوں کرتے ہوئے اس واسطے منع نہ کیا

حضرت سلطان المشائخ کا یہ ارشاد سن کر حضرت امیر حسن رح جامع ملفوظ فوائد الفواد نے عرض کی کہ جو غلام حلقہ بگوش ہو گئے اور ارادت لے آئے ان کا سجدہ کرنا اور زمین پر سر ٹیکنا ایک آسان اور سہل خدمت ہے کیونکہ ارادت عشق و محبت کی بیعت کو کہتے ہیں پس جو شخص کہ پیر کے عشق و محبت کے ہاتھ بک گیا ہو اس کے لیے سجدۂ تعظیمی ادا کرنا ایک آسان اور بہت سہل خدمت ہے۔ حضرت امیر حسن رح کی یہ عقیدتمندانہ بات سن کر حضور سلطان المشائخ نے حضرت ابوسعید ابوالخیر رح کی حکایت بیان فرمائی (جس کا ذکر پیشتر گزر چکا ہے)

اسی سلسلہ میں حضور سلطان المشائخ نے اپنی مجلس کا بھی تذکرہ فرمایا کہ کوئی بزرگ زادے سیاح روم و شام ہمارے ہاں مہمان تھے اور پاس بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں ہمارے مرید وحید الدین قریشی حاضر ہوئے اور انھوں نے ہم کو سجدہ کیا، یہ دیکھ کر مسافر مہمان نے چیخ کر کہا سجدہ نہ کرو کہ کہیں اس کا ثبوت نہیں ہے اور اتنا کہنے کے بعد وہ خاموش نہ ہوئے اور برابر سخت و سُست کہتے رہے جب میں نے دیکھا کہ ان کی گفتگو حدِ اعتدال سے بڑھتی جاتی ہے تو میں نے کہا حد نہ بڑھیے جو کام فرض ہو اور پھر اس کی فرضیت اٹھ جائے تو استحباب باقی رہتا ہے۔ چنانچہ عاشورے کا روزہ گزشتہ امتوں پر فرض تھا۔ مگر ہمارے حضور کی امت پر جب رمضان کے روزے فرض ہو گئے تو صوم عاشورہ کی فرضیت اٹھ گئی مگر اس کا مستحب ہونا باقی رہا۔

اس کے بعد حضور سلطان المشائخ نے خاص سجدۂ تعظیمی کی نسبت بحث کی جو خاص حضور کے الفاظ میں یہاں نقل کی جاتی ہے، حضور نے اسی سلسلۂ کلام میں ارشاد فرمایا۔

سجدہ در امم ماضیہ مستحب بود چنانچہ رعیت مر بادشاہ را و شاگرد مر استاد را و امت مر پیغامبر را سجدہ می کردند، . . . . چوں در عہد پیغمبر صلعم آں سجدہ برخواست اکنوں استحباب رفت اباحت	سجدہ گذشتہ امتوں میں مستحب تھا چنانچہ رعیت بادشاہ کو شاگرد استاد کو امت پیغمبر کو سجدہ کرتی تھی جب ہمارے پیغمبر کے عہد میں سجدہ نہ رہا تو سمجھنا چاہیئے کہ اس کا مستحب ہونا جاتا رہا۔ مگر مباح ہونا

باقی ماندہ بر امر مباح منع از
کجا آمدہ است۔ آں مرد ساکت
شد بعدہٗ فرمود۔
معہذا در پیش من کہ رو بر روئے
زمین آورند من کارہ ام چوں
پیش خویش مارو سے برزمین
آوردہ اند اگر منع کنیم از دو
چیز یکے لازم آید یا تجہیل
مشائخ ویا تفسیق ایشاں
نعوذ باللہ منہا۔

باقی رہا اور مباح کام کی ممانعت
کیونکر کی جا سکتی ہے" حضرت سلطان
المشائخ کا یہ ارشاد سن کر وہ
مسافر معترض خاموش ہو گئے تو
آپ نے پھر فرمایا۔ اس کے ساتھ
ہی یہ دیکھنا چاہیے کہ میرے سامنے
لوگ آکر سجدہ کرتے ہیں اگر میں انکو منع
کروں تو دو چیزوں میں سے ایک لازم
آئیگی یا تو مشائخ کی تجہیل یعنی انکو جاہل سمجھنا
یا کہنا یا انکی تفسیق یعنی ان کو فاسق سمجھنا
یا کہنا خدا کی پناہ ایسے کام سے۔

اس ارشاد پر ایک نظر

اب سیر الاولیاء شریف کے اس واقعہ پر ایک محققانہ نظر ڈالنے سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ مرشد کو سجدۂ تعظیم کے متعلق حضرت سلطان المشائخ نے شرعاً و طریقتاً فیصلہ فرمایا اور کچھ بھی گنجائش انکار و اعتراض کی باقی نہ رکھی۔ شرعاً تو آپ نے استحباب و اباحت کا فرق بیان کر کے ثابت فرما دیا کہ مباح چیز سے انکار یا مخالفت کسی طرح جائز نہیں اور طریقتاً ادب کی شان بتا دی جو کہ جسد درویشی کی روح رواں ہے۔ برگزیدہ اور مقتدائے جہاں بزرگوں نے اس کو جائز رکھا تھا اور اُن کے سامنے تعظیمی سجدے ہوتے تھے اگرچہ معلوم کرنے کے بعد بھی کہ ایسے ایسے اکابر اولیاء اللہ جو علم دین اور احکام شریعت کے جاننے والے اور پکے رہے پیروان احکام

کے تھے اور اپنے سامنے سجدۂ تعظیم کا ہونا جائز رکھتے تھے اور سجدہ کرنے والوں کو منع نہ فرماتے تھے، سجدۂ تعظیم کا انکار کرنا یا اس کو ممنوع قرار دینا کھلا ہوا گستاخانہ اور مخالفانہ رویہ ان حضرات کی شان میں ہوگا اور یہ سمجھا جائے گا کہ منکر و مانع نے اِن بزرگوں کو (معاذ اللہ) جاہل سمجھا، یا فاسق خیال کیا، کیونکہ اگر سجدۂ تعظیمی جائز نہ ہوتا اور شریعت اس کو برا ممنوع فرمادیتی اور یہ بزرگ اپنے افعال سے اس کے خلاف ہونا ثابت کرتے تو اس سے اُن کی جہالت اور علم دین سے بے خبری عیاں ہوتی، حالانکہ یہ بات سراسر غلط ہے۔ کیونکہ وہ تمام بزرگ جن کے سامنے تعظیمی سجدے ہوتے تھے علوم شریعت کے متبحر عالم تھے۔ اور جہالت کا لفظ اُن کی شانِ عالمانہ کے سراسر خلاف تھا۔ اور دوسری صورت یہ نکلتی ہے کہ باوجود عالمِ شریعت ہونے کے اگر انھوں نے ایسا کیا یا کرنے کی اجازت دی یا کرنے والوں کو ممانعت نہ فرمائی تو اس سے ان کا فسق ظاہر ہوتا ہے کہ جاننے بوجھنے کے باوجود حکم شریعت کا لحاظ نہ رکھا اور دانستہ شریعت کے خلاف کام کرنے کی اجازت دی۔ یا شریعت کے خلاف عمل کرنے والوں کو گناہ سے نہ روکا ایسے شخص کے فاسق ہونے میں کچھ بھی شبہ باقی نہیں رہتا۔

اب فوائد الفواد اور سیر الاولیاء جیسی قدیمی اور معتبر کتابوں سے ثابت ہے کہ:۔

(۱) حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رح کو سجدۂ تعظیمی ہوتا تھا اور آپ نے منع نہ فرمایا۔

(۲) حضرت شیخ الاسلام بابا فرید الدین گنجشکر کو لوگ تعظیمی سجدے

کرتے تھے اور آپ ممانعت نہ فرماتے تھے۔

(۳) حضرت محبوب الٰہی سلطان المشائخ کو عام و خاص آنے والے اور جانے والے تعظیم کے سجدے ادا کرتے تھے اور آپ منع نہ فرماتے تھے بلکہ ممانعت سے آپنے احتراز فرمایا اور آپ کو ڈر اور خوف پیدا ہوا کہ اس ممانعت سے کہیں مخالفت مشائخ لازم نہ آئے اور آپنے فرمایا معاذ اللہ منہا (خدا کی پناہ ایسے کام سے)

حضور سلطان المشائخ علوم ظاہری میں بھی یگانۂ روزگار تھے اور کوئی شبہ نہیں کہ آپ کی ذات شریعت و طریقت کی مجمع البحرین ہے۔ باوجود اس کے آپنے سجدۂ تعظیمی کی حرمت اور اس کے عدم جواز سے قطعاً احتراز فرمایا پس جو شخص ان حضرات کا مرید او معتقد ہو اُسے کب سزاوار ہے کہ اس جائز کو ناجائز کہے اور اگر وہ ایسا کہے تو وہ ان حضرات کا معتقد اور مرید کیونکر رہ سکے گا جس مقام پر شیخ نے نعوذ باللہ کہا ہو اس محل پر اگر مرید بسم اللہ کہے تو یقیناً اس کے روابط ارادت و تعلق شیخ سے جدا ہو جائیں گے اور جو شخص ان مقتدائے عالم بزرگوں کی شان میں جہل یا فسق کا خیال بھی دل میں لاتا ہے اور سجدۂ تعظیمی کو حرام یا ناجائز کہتا ہے تو اس کا کوئی حصہ اللہ والوں کے ساتھ ارادت و عقیدت رکھنے کی خوش نصیبی میں باقی نہیں رہتا، اور جس کے دل سے ادب و عقیدت کی نعمت چھن جاتی ہے اس کا نہ اس دنیا میں تسلی و اطمینان کا کوئی سہارا رہتا ہے نہ عقبےٰ میں اس کی روح قرب اور دیدار الٰہی کا فوز عظیم حاصل کر سکتی ہے۔ کیونکہ دنیا کی زندگی میں اصل دولت طمانیت قلب اور

تسکین خاطر ہے اور وہ انہی بزرگانِ روحانی سے تعلق رکھنے اور ان سے وابستہ رہنے میں میسر آسکتی ہے۔ جو شخص ایک لحظے کو بھی ان حضرات کے ادب و عقیدے سے غافل ہوتا ہے اس کے عالم بطون میں ایک تاریکی اور بے اطمینانی مسلط ہو جاتی ہے اور وجود دُنیا میں مزرع الآخرت اس نعمتِ عظمیٰ سے محروم ہو جاتی ہے۔ آخرت میں بھی وہ اصلی نجات حقیقی جس کو قربِ الٰہی اور دیدارِ ذات قدسی کہتے ہیں حاصل نہیں کر سکتا پس ہر طالب تسکین دنیا و نجات عقبےٰ کے لئے اس معاملے میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے کہ اس پُر آشوب زمانے میں ایمان کی نعمت کے ہزاروں دشمن ہیں اور ان دشمنوں میں بزرگوں کی بے ادبی سب سے زیادہ خطرناک دشمن ہے۔

پس اگر کوئی شخص سجدۂ تعظیمی کا انکار کرتا ہے یا اس کو خلاف شریعت سمجھتا ہے یا شیخ کے سجدۂ تعظیم کرنے والے کو اس فعل سے روکتا ہے تو وہ در پردہ حضرت بابا فرید گنجشکرؒ کو معاذ اللہ جاہل و فاسق کہتا ہے کیونکہ اُن کے سامنے مریدین تعظیمی سجدے کرتے تھے اور خصوصاً سلطان المشائخ نے خود اپنی آنکھ سے دیکھا اور اپنی چشم دید روایت بیان کی، اور حضرت سلطان المشائخ کے الفاظ خاص کو سیر الاولیاء جیسی معتبر کتاب نے بجنسہ نقل کیا۔ اور یہی وہ بے ادبی ہے جو دشمن ایمان ہے۔

توبہ کرنی چاہیئے، کانپ جانا چاہیئے، لرز جانا چاہیئے، ایسے خیال سے جس میں حضرت بابا فرید گنجشکر جیسے شیخ الاسلام حبیب خدا پیشوائے علمائے دین اور مقتدائے عالم کی شان میں جہل و فسق عائد کرنے کا شائبہ ہو۔ حاشا و کلا۔ کوئی مسلمان اگر اس کے دل میں ذرّے کے برابر بھی ایمان

جو اسلام کی حرمت ہے کبھی ایسا خیال اپنے دل میں نہیں لا سکتا۔

کیا سلطان المشائخ محبوب الٰہی کے جہل و فسق کا خیال تمہارے دل میں آ سکتا ہے؟ معاذاللہ ہرگز نہیں

جو اللہ کے محبوب بیشمار برگزیدگان حق کے ہادی اور رہبر اور حضرت رسول خدا صلعم کے کامل پیرو ہیں۔ علم و عمل میں کامل و اکمل ہیں اور شریعت و طریقت کی ہر ایک بات پر عمل کرنے میں جن کا نام مبارک ایک نظیر اور مثال اور سند ہے۔

سینکڑوں علمائے باکمال نے جن کے مبارک قدموں میں سر رکھا، اور بے شمار لوگوں نے جن کے رو برو زمین پر سر جھکایا اور تعظیمی سجدے کئے۔ اگر آپ کے سامنے تعظیمی سجدے ہوتے تھے اور آپ ان کو جائز رکھتے تھے یا سجدہ کرنے والوں کو روکتے نہ تھے تو کوئی مسلمان آپ کی نسبت یہ نہیں کہہ سکتا کہ آپ کو حکم شریعت کی خبر نہ تھی یعنی معاذاللہ وہ جاہل تھے، یا خبر تھی تو جان بوجھ کر ایک گناہ کو روا رکھتے تھے یعنی نعوذ باللہ ان سے فسق کا ارتکاب ہوتا تھا۔

اور صرف حضرت محبوب الٰہی کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ حضور غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی رضہ کے سامنے بھی سجدۂ تعظیم و تحیت کا ہوا، اور انھوں نے اس کی ممانعت نہ فرمائی۔ حضور سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رضہ اور حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلوی رحہ اور حضرت بندہ نواز سید محمد گیسو دراز رضہ اور حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رضہ

اور حضرت شیخ احمد عبد الحق ردولوی رحمۃ اور حضرت شرف الدین یحییٰ رحمۃ منیری مخدومی بہاری اور حضرت مخدوم جہانگیر اشرف سمنانی رحمۃ وغیرہم اولیاء اللہ و بزرگان دین کے سامنے تعظیم کے سجدے ہوئے۔ اور انھوں نے اس کو روا رکھا اور اس کے خلاف کچھ ارشاد نہ فرمایا۔ تو کیا ان تمام اکابر و پیشوایان دین کی نسبت یہ کہنا جائز ہوگا کہ یہ حضرات شریعت سے واقف نہ تھے یا ان کو احکام قرآن و حدیث کی خبر نہ تھی یا یہ لوگ دانستہ حکم خدا و رسولؐ کی مخالفت کرتے اور ان کے دل پر احترام شرع شریف نہ تھا۔ حاشا و کلا۔ ھٰذا بُھتانٌ عظیم ہرگز نہیں۔ یہ تمام حضرات تو عمل قرآن و حدیث کا مجسم نمونہ تھے پس

اے عزیزو

اگر تم خدا پر غیبی ایمان رکھتے ہو، اگر تم نے قرآن کو کلام خدا مانا ہے تو سمجھ لو کہ قرآن جن بزرگوں کے ذریعے سے تم کو ملا، وہ یہی حضرات تھے۔ اور انہی نے تم کو ایمان و اسلام کا اور خدا رسی کا راستہ بتایا پس اگر تم سجدۂ تعظیمی کی مخالفت کرو گے تو یہ مخالفت یقیناً اُن ہادیانِ دین و شریعت و طریقت کی مخالفت ہوگی اور اُس سے تمہارے ایمان و اسلام کو سخت نقصان پہونچ جائے گا۔ بہتر ہے کہ کبھی سجدۂ تعظیمی کی مخالفت نہ کرو۔ اور بزرگوں کے ادب کو ہر وقت ملحوظ رکھو۔ اگر خدا نے تمہارے دل میں ذوق پیدا کیا ہے اگر خدا کی رحمت نے تکو

شیخِ کامل کا دروازہ

مل گیا ہے ۔ اور مرشد برحق کے عشق و محبت کی سعادت ازلی و ابدی سے حصہ عطا ہوا ہے تو خود بخود تمہارا سر اُن کی چوکھٹ پر جھک جائیگا اور حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ نے اپنے مشائخ کا جو ادب فرمایا، اُس کے معنے کا ذوق تم حاصل کر سکو گے ۔ اگر بد قسمتی سے تم اس سے محروم ہو تو کم سے کم زبان کو بند رکھو اور اصحاب ذوق و کیف کے سجدۂ تعظیمی کی مخالفت نہ کرو کہ اس سے تمہارے ایمان کے حبط و ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہے اس لئے کہ سجدۂ تعظیمی کی مخالفت کرنا حضور سلطان المشائخ کے الفاظ مبارک میں حضرات اولیاء اللہ کو یا جاہل قرار دینا ہے یا فاسق

نعوذ باللہ منہا

حسن نظامی

خاتمہ

الحمدللہ سجدۂ تعظیم کے متعلق ایک بندۂ ناچیز کے قلم سے خدائے تعالیٰ نے وہ حق ادا کرا دیا جس سے ادب و احترام بزرگانِ دین کا فرض پورا ہوتا ہے اور جو بعض بے احتیاط منکروں کی تحریروں اور تقریروں کے بادلوں میں آفتابِ صداقت کی طرح حجاب کی حالت میں تھا۔ تعظیمی سجدے کے خلاف کم علم یا ضدی حضرات کو ہی اعتراض نہیں ہے بلکہ بعض پڑھے لکھے اور دانشمند اصحاب کی زبان و قلم سے بھی ایسے فقرے نکل جاتے ہیں جن کو ادب کی شان کے شایاں نہیں کہا جا سکتا چنانچہ اودھ کے ایک محترم مولانا کی ایک تصنیف میں اسی قسم کی سخت بے احتیاطی دیکھی گئی۔ اس کتاب کا نام "احتفال المیلاد" ہے اور جس میں فاضل مصنف کتاب مذکور نے سجدۂ تعظیمی کی بحث لکھتے وقت ایک ایسا کلمہ تحریر فرما دیا ہے جو اُن کی شانِ شائستگی کے سراسر خلاف معلوم ہوتا ہے یعنی انہوں نے سجدۂ تعظیمی کے قائلین جواز کی نسبت فقد ضلّ ضلالاً مبینا الفاظ قرآنی تحریر کیے ہیں جس کے معنی ہیں کہ "بے تحقیق گمراہ ہو گئے گمراہ ہونا ظاہر"۔ کون شخص ہے جو ان الفاظ قرآنی کو مذکورہ اولیاء حق کی شان میں سننا گوارا کر لیگا جن کے سامنے تعظیمی سجدے ہوتے تھے۔ پس امید ہے کہ میرا یہ رسالہ [illegible] ہر بزرگ کو اور ہر شخص کو جو اس مسئلے میں زبان یا قلم سے کچھ بحث کرنی چاہے جادۂ ادب سے باہر نہ جانے دیگا اور وہ مقبولانِ بارگاہِ الٰہی کے احترام کو ہر وقت ملحوظ رکھیگا۔ اور یہی میرا مقصد تحریر تھا۔

خاتمے کے وقت مجھ کو خلاصے کے طور پر ایک اور نقطہ عرض کرنا ہے کہ اس قسم کے مسائل اختلافی ہیں جیسے کہ سجدۂ تعظیمی ہے۔ طریقت اور اہلِ طریقت کے غلاموں کو کسی سے حجت بازی نہ کرنی چاہیے بس اپنے بزرگوں کا مسلک اختیار کر کے خاموشی سے اس کی تقلید پر قائم و استوار رہنا اُن کیلئے کافی ہے یہ رسالہ محض انہی لوگوں کی طمانیت اور دفع شبہات کیلئے ہے جو منکرین و مخالفین تصوف کی تحریروں تقریروں سے خلجان میں پڑ جاتے ہیں نہ کہ مناظرہ کا میدان گرم کرنے کو جیسا کہ شروع میں لکھا جا چکا ہے۔

حسن نظامی

بارگاہِ الٰہی میں شکر گذاری کا سجدہ

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے اس نازک اور مشکل زمانے میں اتنی توفیق دی کہ میں نے اس کتاب کا نیا ایڈیشن چھپوا دیا۔

اس سے پہلے یہ کتاب کئی بار چھپ چکی ہے اور ہر سلسلے کے مشائخ اور اُن کے مریدوں میں مقبول ہوئی ہے۔

انقلاب سنہ ۱۹۴۷ء کے زمانے میں اس کتاب کے چھپوانے کی تیاری تھی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ کیونکہ مجھے دہلی سے حیدر آباد جانا پڑا۔ جہاں ایک برس آٹھ مہینے رہا۔ جون سنہ ۱۹۴۹ء میں واپس آیا تو تین مہینے تک نظر بند رہا۔ اور کوئی چیز شائع کرنے کی اجازت نہیں ملی۔ آخر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے سنہ ۱۳۶۹ھ کے آخری مہینے میں یہ کتاب لکھوائی گئی اور چھپوائی گئی

چونکہ میں نے یہ کتاب اُن اولیاء اللہ کو مخالفین کے طعنوں سے بچانے کے لئے لکھی تھی جن کے سامنے تعظیمی سجدے ہوتے تھے اس واسطے میرا عقیدہ ہے کہ ان بزرگوں کی ارواح پاک کے تصرفات اس کتاب کے ساتھ ہیں اور انشاء اللہ یہ ہمیشہ خاص و عام میں مقبول رہے گی

بعض منکرین نے پہلی اشاعت کے وقت اس کتاب کی تردید میں کچھ رسالے شائع کئے تھے مگر اُن کی طرف کسی نے توجہ نہیں کی۔ اور یہ کتاب شروع سے آج تک مقبول خاص و عام رہی۔

اللہ کا شکر گذار

حسن نظامی دہلوی

ماہ حج سنہ ۱۳۶۹ھ مقام دہلی

میرے آخری ایام کا کلام

اب میری عمر پچھتر ۷۵ برس کی ہے۔ اور آنے والے محرم میں چھیتر ۷۶ سال کا ہو جاؤں گا۔ میرے حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رح کی عمر نوے ۹۰ سال ہوتی تھی اس لئے ہو سکتا ہے کہ میں بھی نوے ۹۰ سال کی عمر تک زندہ رہوں مگر حالات اور آثار اس کے خلاف ہیں۔ اس لئے میں آج ۷ رشوال سنہ ۱۳۷۰ھ۔ ۱۲ رجولائی سنہ ۱۹۵۱ء کی پچھلی رات یہ عبارت لکھتے وقت اپنے لاکھوں مریدوں اور سیکڑوں خلفا کو مخاطب کر کے لکھتا ہوں کہ یہ وقت قرب قیامت کا ہے۔ چاروں طرف دنیا میں لڑائیاں برپا ہیں۔ اور ہندوستان کی تقسیم کے بعد بھارت اور پاکستان میں اولیا اللہ کے ماننے والے مولویوں کی سیاسی برتری کے سبب مغلوب الحال نظر آتے ہیں۔ اس لئے یہ لکھنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ذوق تصوف رکھنے والے مرعوب نہ ہوں اور اپنے عقائد پر ثابت قدم رہیں۔ یہ نام کے مولوی تاریخ اسلام کی ابتدا سے درویشوں کے اس لئے مخالف رہے ہیں کہ ان کو درویشوں کا اقتدار اپنے لئے خطرناک معلوم ہوتا تھا۔

پس میرے مرید اور خلفا پوری ہمت اور مستعدی سے اپنے عقائد پر جمے رہیں مخالفین خود بخود فنا ہو جائیں گے۔

(حسن نظامی)

تاریخ اولیا نظامی بنسری

پانچ سو صفحات کی یہ کتاب میں نے شملے پر اس وقت لکھوائی تھی

کہ میری آنکھ کا تیسرا اپریشن ہوا تھا اور میرے بیوی بچے ساتھ تھے اور میں

آنکھوں پر پٹی باندھے لیٹا ہوا تھا۔ اور میرے لڑکے لکھنے جاتے تھے

اور میں بولتا جاتا تھا۔

خدا کے فضل سے یہ کتاب اس قدر مقبول ہوئی کہ دو بار چھپ چکی ہے اور

ہر مقام پر روزانہ پڑھی جاتی اور مجلسوں کو سنائی جاتی ہے۔

نظامی بنسری میں قوالی کا قصہ بھی ہے کہ مولویوں نے غیاث الدین تغلق بادشاہ

پر زور ڈال کر میرے حضرت محبوب پاک کو شاہی دربار میں جبراً بلایا تھا اور

قوالی (سماع) کے خلاف شرعی مناظرہ کرایا تھا۔ اور میرے حضرت نے سب

مولویوں کو لاجواب کر دیا تھا۔ اس کے بعد حضرت نے اصول السماع کے نام سے

ایک کتاب اپنے خلیفہ سے لکھوائی تھی۔

آج کل میں اس کتاب کا ترجمہ کر رہا ہوں اور خدا نے چاہا بہت جلد شائع کر دونگا

کیونکہ قوالی ہم چشتیوں کی مقبول روحانی غذا ہے۔ (حسن نظامی دہلوی)